حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان
مجلّہ
الجماعۃ
نومبر-دسمبر ۲۰۲۳ء

دعوت اِلی اللہ کے مناہج توقیفی ہیں

دعوت اِلی اللہ کے مناہج توقیفی ہیں، جنہیں کتاب وسنت اور سیرت رسول ﷺ نے بیان کر دیا ہے، ہم اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہیں کر سکتے، یہ مناہج اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں موجود ہیں، اگر ہم کوئی نیا منہج وطریقہ شروع کریں گے تو خود بھی ضائع ہوں گے اور دوسروں کو بھی ضائع کر دیں گے۔

علامہ ڈاکٹر شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء، سعودی عرب)

(جدید مناہج کی حقیقت: ۱۷۴)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

ربیع الآخر-جمادی الاوّل ۱۴۴۵ھ ● نومبر-دسمبر ۲۰۲۳ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقہ قرآن

عبادت کا مستحق کون؟

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ۝٢١ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [البقرة:۲۱-۲۲]

"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا یہی تمہارا بچاؤ ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار جاننے کے باوجود اللہ کے شریک مقرر نہ کرو"۔

تشریح: اس آیت کریمہ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ حضرت انسان اور تمام کائنات کا خالق اور ساری مخلوقات کی تمام ضروریات کو پوری کرنے والی تن تنہا اللہ رب العالمین کی ذات ہے اور اگر ہم عذاب خداوندی سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کا بھی صرف ایک ہی راستہ اور طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور جانتے بوجھتے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

قارئین کرام! اللہ کی بے شمار مخلوقات ہیں لیکن ان میں دو ایسی مخلوق ہیں جو صرف اللہ کی عبادت کی مکلف ہیں جیسے ہم اور آپ پوری دنیا انسان اور جنات کے نام سے جانتی ہے جس کی وضاحت رب کریم نے آیت کریمہ:

﴿وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ﴾ [ذاریات: ۵۶] کے ذریعے کردی ہے۔

اسلام میں عبادت کی اصل بنیاد یہ ہے کہ تم دین کو اللہ کے لئے خالص کرو اور وہ اس طرح کہ ہر قسم کی عبادت میں تم اللہ کو منفرد مانو، تم اللہ سے محبت، خوف، اور امید کرتے ہوئے اپنے دل کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ رہو ہر عبادت کو تم اللہ کے لئے انجام دو اور تمہارے دل میں انتہائی درجہ کی تعظیم اللہ کے سوا اور کسی کے لئے نہ ہو کیونکہ حقیقی تعظیم کا مستحق صرف اللہ ہے۔

عبادت کا معنی: اصل عبادت اللہ کے حضور اپنے آپ کو عاجز اور درماندہ کرلینا ہے، انسان کو جن امور کے بجالانے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے ان کو عبادت سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ انسان ان کی ادائیگی میں انتہائی خشوع وخضوع اور حد درجہ عجز وانکساری کا اظہار کرتا ہے اور انہیں پورے اہتمام سے سرانجام دیتا ہے۔ (ہدایۃ المستفید:۱/۱۳۵)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جن امور کے انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل پیرا ہونا اور جن سے روکا گیا ہے ان کو ترک کردینے کا نام عبادت ہے۔ (فتح المجید:۱۷)

عبادت اور اطاعت وہ ہے جس پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان سے دیا ہے، تو اس اعتبار سے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، رکوع، سجود، طواف، ذبح، نذر، خوف، امید، استغاثہ، استعانت، استعاذہ، اور دعا سب عبادت ہیں۔

عبادت کی مختلف قسمیں ہیں، مثلا: قلبی، بدنی، مالی۔

عبادت کی پہلی قسم قلبی ہے: جیسے ہمارے دلوں میں بہت ساری محبتیں یکجا ہیں لیکن ان تمام محبتوں میں اللہ کی محبت مقدم رہنی چاہیے جیسا کہ فرمان باری ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں کاش کہ مشرک لوگ جانتے جبکہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر (جان لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کو ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(البقرۃ:۱۵۶)

عبادت کی دوسری قسم بدنی ہے: جیسے پکار، دعا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[مؤمن:۶۰]''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا''۔ اس آیت میں دعا سے اکثر مفسرین نے ''عبادت'' مراد لیا ہے یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور حدیث میں بھی دعا کو عبادت قرار دیا گیا ہے

جب قرآن وسنت کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ دعا عبادت ہے اور عبادت کی مستحق صرف اللہ رب العالمین کی ذات ہے تو ہمیں ہر چیز کا سوال صرف اور صرف اللہ ہی سے کرنا چاہیے اتنی صراحت ووضاحت کے باوجود اگر کوئی شخص غیر اللہ سے دعا کرتا ہے، مانگتا اور سوال کرتا ہے تو اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ مات وهو يدعُو مِنْ دون الله نِدًّا دخَل النَّار''(بخاری)''جو اس حال میں مرا کہ اپنی زندگی میں اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتا تھا وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔

عبادت کی تیسری قسم مالی ہے: جیسے نذر ونیاز قربانی اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[الانعام:۱۶۲]''آپ فرمادیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے''۔

بہت سارے لوگ ''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ'' کے نام کی نذر ونیاز کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں گیارہویں کرنے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور سال بھر مال ودولت اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے جبکہ یہ شرکیہ اعمال ہیں احادیث میں اس کی صراحت کے ساتھ ساتھ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ردالمختار مطبوعہ دارالکتب مصرج ۲ صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے کہ نذر ونیاز علماء کے نزدیک بالاجماع حرام ہے اس صورت سے اولیاء کرام کا تقرب حاصل کرنا باطل ہے۔

خلاصہ کلام تمام آیات بالا مذکورہ کا یہی ہے کہ اللہ ہی خالق، مدبر، رازق اور دنیا وجہان کا مالک ہے تو وہی اس بات کا مستحق ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ان تجعل لله ندا وهو خلقك''(بخاری ومسلم) یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا فرمایا ہے۔

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو عبادت کی جتنی بھی قسمیں ہیں اسی کے لئے خاص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

حلقۂ حدیث

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک اہم دینی فریضہ

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ". (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النہی عن المنکر من الایمان ح:50)

ترجمہ: حضرتِ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اس کو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل (ختم کر) ڈالے، لیکن اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے تو اپنی زبان کے ساتھ (ختم کرے) لیکن اگر اس میں یہ استطاعت بھی نہ ہو تو دل میں ہی برا جانے، اور یہ (آخری صورت) ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

راویٔ حدیث: اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، ابوسعید کنیت ہے اور ان کا اسم گرامی سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ہے۔ لیکن کنیت سے زیادہ مشہور ہوئے، انصار کے قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ خدرہ ایک انصاری قبیلہ ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک رہے، تقریباً چھیاسی (86) برس کی طویل عمر پائی اور 74ھ ہجری کے آغاز میں وفات پائی، اور بقیع کے اندر دفن کئے گئے.. رضی اللہ عنہ۔ ان سے کل 1170 / احادیث مروی ہیں۔ اور انھوں نے کچھ عرصے تک مفتی کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ (استیعاب: 383/11، الاصابہ فی تمیز الصحابہ 85/3 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تشریح: دعوتِ دین کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم اصول امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے، **المعروف:** سے مراد وہ کام جسے شریعت نے اچھا، بھلا اور نیک کام قرار دیا ہو، وہ کام بھلائی سے متعلق ہو، کتاب وسنت کے موافق ہو اور رضائے الٰہی کے حصول کا باعث ہو۔ امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امر بالمعروف سے مراد ہدایت اور نجات کے کاموں کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس کو نفس خیر وبھلائی سے پہچانتا ہو اور اس سے اطمینان پاتا ہو۔ (یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ) ایسا اچھا اور نیک کام ہے کہ جب لوگ اسے دیکھیں تو برا نہ سمجھیں۔ (التعریفات: 37)

ایک تعریف کے مطابق امر بالمعروف: ایسا جامع نام ہے جو ہر اس کام پر بولا جاتا ہے جو اطاعت الٰہی، تقرب الٰہی کا حصول اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی رُو سے پہچانا جاتا ہو۔ (الصحاح 837/2)

اور المنکر: سے مراد وہ کام جس کو شریعت نے بُرا قرار دیا ہو، اس سے منع کیا ہو اور جس کی طرف نفس اور خواہش نفس مائل ہوتی ہو۔ المنکر کی تعریف یوں کی گئی ہے: ''ہر وہ کام جسے شریعت نے قبیح حرام اور مکروہ قرار دیا ہو، وہ منکر ہے''۔ (لسان العرب 232/5)

اور ایک تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"كُلُّ مَا تَنفَرَ عَنْهُ الشَّرِيعَةُ وَهُوَ مَا لَا يَجُوزُ فِي شَرْعِ اللَّهِ تعالى"

''ہر وہ کام جس سے شریعت نے نفرت دلائی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں جائز نہ ہو''۔(التعریفات:37)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اسلام میں بہت اہمیت ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کو اہل علم اسلام کا چھٹا رکن کہتے ہیں، اور اس کی اہمیت کا اندازہ اوپر ذکر کردہ حضرتِ ابوسعید خدری کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی انجام دہی کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اس امت کے فرائض میں شامل ہے اور اس کی اہم ذمہ داری ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر بہت سارے فضائل و برکات کا حامل عمل ہے۔ یہ مؤمنوں کے امتیازی صفات میں سے ایک ہے۔(صحیح مسلم ح:50)

یہ ایک مسلمان کی جانب سے کئے جانے والا ایک بہت بڑا صدقہ ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اپنے (مسلمان) بھائی کے روبرو مسکرانا صدقہ ہے، تمہارا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے''۔(سنن ترمذی ح:1956)

اس امر کے انجام دہی سے گناہوں کی معافی اور فتنوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی پر اپنے گھر والوں، اپنے مال، اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے ہمسائے کے بارے میں کوئی آزمائش آتی ہے تو اس کی معافی روزے، نماز، صدقے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہو جاتی ہے''۔(صحیح بخاری ح:525، صحیح مسلم ح:144)

اسی طرح یہ عمل انبیاء کا مشن، صالحین کی نشانی، زمین میں حکومت و تمکین کا سبب، نصرت الٰہی کا ذریعہ، فوز و فلاح کا راستہ، جہنم سے آزادی کا اور جنت میں داخلے کا سبب ہے۔

اس کے برخلاف اس اہم فریضہ کی عدمِ ادائیگی پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے اور دلوں میں افتراق و انتشار پیدا ہوتا ہے۔

جو قوم اس فریضہ کو چھوڑ دیتی ہے اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے، اور دعائیں کرنے پر وہ قبول نہیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ فرمان نبی ﷺ ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعاء قبول نہ کی جائے''۔(سنن ترمذی ح:2169)

اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں میں اللہ کی نافرمانی کی جائے جب کہ وہ (گناہ کرنے والوں سے) زیادہ طاقتور اور زیادہ زور آور ہوں، اس کے باوجود (مجرموں کو گناہ سے) منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔(سنن ابن ماجہ ح:4009، صحیح الجامع ح:5749)

اس لئے ضروری ہے کہ اس اہم فریضہ کی جانب توجہ دی جائے اور اس کی ادائیگی کر کے اس کے فضائل و برکات کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اس کی قباحتوں سے بچا جائے، اور سماج و معاشرہ کے اندر پائے جانے والے منکرات و منہیات اور بدعات و خرافات کو ختم کر کے ایک بہترین و پاکیزہ معاشرہ تشکیل دینے کی تگ و دو کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اداریہ

راہِ دعوت اور اسکی مشکلات

مدیر

دعوت الی اللہ کا فریضہ ایک آفاقی اور مہتم بالشان فریضہ ہے جس کا حکم رب العالمین نے ہمیں عطا فرمایا ہے، یہ ہمارا قومی ملی دینی اور اسلامی فریضہ ہے جسے انجام دینا اور جس کے ذریعے اللہ کے پیغام توحید کو اس کے بندوں تک پہونچانا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔اسی لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے سب سے پہلے اللہ کے حکم کے مطابق توحید وعبادت الہی کی دعوت پیش کی اور اس کے ساتھ زندگی کے ہزاروں مشکلات ومصائب کو جھیلتے ہوئے اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچا دیا،اس راستے میں قوموں کی دشمنی اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کی بلکہ پورے صبر وعزیمت اور قوت برداشت وتحمل کے ساتھ اس راستے میں ڈٹے رہے، دراصل دعوت دین کا راستہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں بھری وادی ہے، الحاد وکفر سے بھری ہوئی اس دنیا میں دعوت دین کا کام کرنا، داعی بننا اور توحید وسنت کی باتیں کرنا، اسلامی شریعت اور اس کے احکام کو سیکھنا اور سکھلانا آزمائش اور ابتلاء کے ساتھ اللہ کا ایک عظیم انعام بھی ہے کیونکہ اس پر اجر عظیم اور ثواب جلیل کا وعدہ ہے۔

”لأنْ يهْدِيَ اللّه بِكَ رجُلًا واحِدًا خَيْرٌ لكَ من حُمْرِ النَّعم“ الحدیث۔

بندوں کی ہدایت اور اس کے لیے بے چینی اور فکرمندی اور فلاح انسانیت کے لیے تڑپ اور جذبہ یہ تو نبیوں کا شیوہ رہا ہے، خود ہمارے نبی ﷺ مکہ کے مشرکین اور کفار کی ہدایت کے سلسلے میں اتنے فکرمند رہتے کہ قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکھف:٦]

اور اس سے پہلے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسی علیہم الصلوۃ والسلام اور دیگر نبیوں کی زندگی میں تڑپ اور جذبہ دعوت اور اس راہ میں اپنی قوم کے لیے ہدایت کی فکرمندی اور دردمندی کے تذکرے قرآن مجید میں موجود ہیں جو اپنے آپ میں ایک مثال ہیں۔اسی طرح دعوت کا راستہ صبر وتحمل کے ساتھ علم وبصیرت کا بھی متقاضی ہے، داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے تقاضوں کو سمجھے اور وقت وحالات کے اعتبار سے احسن طریق سے اپنی دعوت کو پیش کرے، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں علم اور تعلم کی کتنی اہمیت بیان کی گئی ہے، پیارے نبی ﷺ کے بارے میں قران مجید میں دعوت علی وجہ البصیرہ کی گواہی بھی ہے، جس کی سب سے بڑی دلیل آیت کریمہ:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى﴾ [یوسف:١٠٨] ہے اور اس سلسلے میں ہر داعی اور مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مرجع وہ علماء ہوں جو کتاب

وسنت کی سچی بصیرت رکھنے والے اور سلف صالحین کے منہج اور عقیدے کو سمجھنے والے اور ان کے فہم و ادراک کے مطابق قرآن وحدیث کو پڑھنے اور جاننے والے ہیں، جذباتی باتیں کرنا، بلا علم مسائل میں گفتگو کرنا، بلا دلیل وعظ ونصیحت کرنا، بلا بصیرت دعوت کے میدان میں اترنا اور مشکل حالات وظروف میں علماء کی رہنمائی کے بغیر رائے زنی کرنا، سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ میں اپنی اپنی انفرادی رائے رکھنا یہ سب کے سب دعوت کے راستے میں رکاوٹ اور مشکلات پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں اور بصیرت وعلم سے دور کسی ایسی وادی میں ہمیں لے جانے کا باعث ہیں جو نہ صرف داعی کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہیں بلکہ قوم اور ملت کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ اس لیے بابصیرت علماء کی مرجعیت اور علم و برہان کی بنیاد پر ہی راہ دعوت میں آگے بڑھنا چاہیے، آج میڈیا کا پلیٹ فارم دعوت کا ایک اہم ترین پلیٹ فارم بنا ہوا ہے مگر ہماری اپنی بے بصیرتی، استعجال، خوش فہمی، نادانی اور خودنمائی کی وجہ سے یہ اکھاڑے کا میدان بن چکا ہے، بلا سروپیر تبصرے، بلا دلیل و برہان باتیں، ہر چیز میں رائے زنی اور ہر معاملے میں ہر کس وناکس کا تبصرہ، تجزیہ، تحشیہ یہ سب باتیں اسلام کے مقام بلند اور اہل علم کے شان کو گھٹانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ زبان وقلم اور میڈیا کے دیگر دعوتی پلیٹ فارم کا مناسب اور مفید استعمال کرے اور اس میدان میں قوم اور ملت کے لیے خود ایک بہترین اسوہ اور نمونہ ثابت ہو، آج بیشتر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ خود توحید وسنت کی سچی محبت اور خیر وبھلائی کے کاموں میں جذبہ تعاون سے عاری ہوتے ہیں اور سلف صالحین کے منہج اور فہم وادراک کے بغیر سیاسی نعروں اور جذباتی باتوں میں بہکے چلے جارہے ہیں، اگر منہج وعقیدے کی بات کی جاتی ہے تو پتہ نہیں کیوں انکے سینوں میں انقباض پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ سیاسی غلبے، سیاسی اسلام اور سیاسی دعوت کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور اس طرح صحیح عقیدے اور صحیح اسلام اور اس کی دعوت کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، اب تو بہت سارے لوگ ایسے بھی پیدا ہورہے ہیں جنہیں توحید وسنت اور منہج وعقیدہ کی ادنی بھی شدبد نہیں، لیکن اللہ کی پناہ وہ بھی منہج ومسلک پر لمبی لمبی گفتگو فرماتے ہیں، جنھیں اصول اور مبادی دعوت کا شعور نھیں وہ قیادت اور سیادت کے لئے بے چین ہیں، کچھ تو ایسے بھی ہیں جو دوسروں کے فکری والحادی وغیر شرعی باتوں کو صاف شفاف منہج سے چسپاں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتے، یہ سب چیزیں دراصل راہ دعوت کی مشکلات اور کہیں نہ کہیں آگے بڑھنے اور دعوت کے کاز کو استحکام بخشنے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم سنجیدگی سے بصیرت اور علم کی بنیاد پر اہل علم اور علماء کی مرجعیت، کتاب وسنت کی بالادستی، صحیح منہج، فہم سلف کی روشنی، علم کی قوت اور شرعی حکمت ودانائی کے ساتھ اس راستے میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں تاکہ دعوت کا یہ مشن آگے بڑھتا رہے اور منہج سلف کے تئیں جو ہماری ذمہ داریاں ہیں اس کو ہم کسی حد تک ادا کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو صاحب بصیرت بنائے اور جذبۂ دعوت سے سرشار فرمائے اور ہمیں اس راستے میں اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفيقي إلا بالله.

منہج ومسلک

سلفیت حقیقت کے آئینے میں!

ڈاکٹر اجمل منظور مدنی (وکیل جامعۃ التوحید بھیونڈی ممبئی)

الحمد لله رب العالمين - والصلاة والسلام على رسوله الصادق الامين وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

● **سلفیت کی تعریف:**

سلفیت کی لغوی تعریف: علامہ ابن منظور نے اپنی مشہور لغت کی کتاب میں کہا: "والسلف من تقدمك من آبائك وذوى قرابتك الذين هم فوقك فى السن والفضل ومنه قول الرسول صلى الله عليه وسلم لابنته فاطمة الزهراء رضى الله عنها "فإنه نعم السلف أنا لك".(رواہ مسلم)

ترجمہ: سلف ان آباء واجداد اور رشتے داروں کو کہتے ہیں جو مقام ومرتبہ میں اونچے ہوں اور پہلے گزر چکے ہوں، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: میں تمہارے لئے بہترین سلف ہوں۔

سلفیت کی اصطلاحی تعریف:

علامہ قلشانی نے کہا: السلف الصالح، وهو الصدر الأول الراسخون فى العلم، المهتدون بهدي النبى ﷺ، الحافظون لسنته، اختارهم الله تعالى لصحبة نبيه، وانتخبهم لإقامة دينه، ورضيهم أئمة للأمة، وجاهدوا فى سبيل الله حق جهاده، وأفرغوا فى نصح الأمة ونفعهم، وبذلوا فى مرضاة الله أنفسهم. قال تعالى:﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ﴾[التوبۃ:۱۰۰]

مفہوم: جب سلف صالح کہا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ صحابہ کی جماعت ہوتی ہے جنہیں اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کی صحبت کیلئے چنا تھا جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اور دین کی خدمت کر کے حق ادا کر دیا اور اللہ ان سے راضی ہوا۔

علامہ سمعانی (ت 562) نے کہا: "السلفي: بفتح السين واللام وفي آخرها فاء: هذه النسبة إلى السلف، وانتحال مذاهبهم على ما سمعت منهم".(کتاب الأنساب:3/273)

مفہوم: سلفی کی نسبت سلف (صحابہ) کی طرف ہے، اور انہیں سے سنے گئے مذہب کے مطابق چلنے کو کہتے ہیں۔

علامہ ذہبی نے حافظ احمد بن محمد جو ابو طاہر سلفی سے معروف ہیں، کے بارے میں لکھتے ہیں: "السلفي بفتحتين وهو من كان على مذهب السلف".(سیر أعلام النبلاء:21/6)

مفہوم: سلفی اس شخص کو کہتے ہیں جو سلف کے مذہب پر ہو۔

سو سلفیت کہتے ہیں سلف صالح کے فہم کے مطابق کتاب وسنت کی اتباع کرنا۔

یہی وجہ ہے سلفیت کے جاں نثار کسی امتی کی تقلید نہیں کرتے، سارے ائمہ، محدثین، علماء اور خدام دین کی کاوشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انکی قدر کرتے ہیں اور دین وشریعت کو صحابہ کے عمل کی روشنی میں جانچتے ہیں۔

- **سلفیت کی نسبت اور اسکا مقام:**

سلف صالحین صحابہ کی طرف نسبت کرنا فخر اور شرف کی بات ہے، یہ ایک ٹائٹل ہے جو مدح کے طور پر بولا جاتا ہے اہل سنت کے ان لوگوں پر جو کسی امتی کی تقلید نہ کرکے کتاب وسنت پر سلف صالح کے فہم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اہل الحدیث، اہل الاتباع، اہل الاثر، اہل الجماعہ اور اہل السنہ مختلف ناموں سے جانا جاتا رہا ہے۔

علامہ ذہبی نے کہا: "فالذي يحتاج إليه الحافظ أن يكون تقيا ذكيا نحويا لغويا زكيا حييا سلفيا". (سیر اعلام النبلاء:13/380)

ترجمہ: حافظ (احادیث کا حافظ) اسی کو کہیں گے جو متقی، ہوشیار، نحوی، لغوی، پاکباز، باحیاء اور سلفی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سلف کی طرف نسبت کرنے پر اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ولا عيب على من أظهر مذهب السلف وانتسب إليه واعتزى إليه، بل يجب قبول ذلك منه بالاتفاق؛ فإن مذهب السلف لا يكون إلا حقاً. فإن كان موافقاً له باطناً وظاهراً، فهو بمنزلة المؤمن الذي هو على الحق باطناً وظاهراً، وإن كان موافقاً له في الظاهر فقط دون الباطن فهو بمنزلة المنافق، فتقبل منه علانيته وتوكل سريرته إلى الله، فإنا لم نؤمر أن ننقب عن قلوب الناس ولا نشق بطونهم". (مجموع الفتاوی: 149/1)

مفہوم: جو سلف کی طرف نسبت کرکے اس پر فخر کرے اس میں کوئی عیب نہیں ہے، بلکہ اسے بالاتفاق قبول کرنا چاہئے، کیونکہ سلف کا مذہب ہی حق پر ہے، اگر وہ اپنی نسبت میں ظاہر وباطن ہر لحاظ سے موافق ہوگا تو وہ مومن ہوگا بصورت دیگر اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔

فتاوی دائمہ کمیٹی فتوی نمبر {1361} {165/1} پر سوال کیا گیا سلفیت کی نسبت کے تعلق سے تو اسکا یہ جواب تھا:

ج: السلفية نسبة إلى السلف والسلف هم صحابة رسول الله ﷺ وأئمة الهدى من أهل القرون الثلاثة الأولى {رضي الله عنهم} الذين شهد لهم رسول الله ﷺ بالخير في قوله: {خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يجئ أقوام تسبق شهادة أحدهم يمينه ويمينه شهادته} رواه الإمام أحمد في مسنده والبخاري ومسلم، والسلفيون جمع سلفي نسبة إلى السلف، وقد تقدم معناه وهم الذين ساروا على منهاج السلف من اتباع الكتاب والسنة والدعوة إليهما والعمل بهما فكانوا بذلك أهل

السنة والجماعة. وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم".(اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء)

عضو:عبداللہ بن قعود،عضو:عبداللہ بن غدیان، نائب رئیس اللجنۃ: عبدالرزاق عفیفی۔الرئیس:عبدالعزیز بن باز

مفہوم: سلفیت کہتے ہیں سلف صالح صحابہ کرام کی طرف اپنی نسبت کرنے کو، چنانچہ سلفی وہی ہوتا ہے جو منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت کی پیروی کرے، اوراسی کی طرف لوگوں کو بلائے ،اور ایسے ہی لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔

محدث عصر علامہ البانی۔رحمہ اللہ۔فرماتے ہیں:

"وأما الذي ينتسب إلى السلف الصالح، فإنه ينتسب إلى العصمة . على وجه العموم . وقد ذكر النبي صلى الله عليه وسلم من علامات الفرقة الناجية أنها تتمسك بما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كان عليه أصحابه. فمن تمسك به كان يقيناً على هدى من ربه... ولا شك أن التسمية الواضحة الجلية المميزة البينة هي أن نقول : أنا مسلم على الكتاب والسنة وعلى منهج سلفنا الصالح، وهي أن تقول باختصار : {أنا سلفي}".(مجلۃ الأصالۃ العدد التاسع ص86-87)

مفہوم: جو اپنی نسبت سلف صالح کی طرف کرتا ہے گویا وہ عمومی طور پر عصمت کی طرف اپنی نسبت کیونکہ آپ ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ عمل پیرا ہیں، چنانچہ جو اس منہج پر چلے گا یقینا وہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہوگا۔لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کہے کہ میں منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرنے والا ایک مسلمان ہوں جسے اختصار میں وہ خود کو سلفی بھی کہہ سکتا ہے۔

- **سلفیت علم وعلماء کی روشنی میں:**

سلفی اپنا وقت قرآن وحدیث کے سمجھنے میں لگاتے ہیں،علماء ومشائخ کی مجلسوں میں بیٹھ کر علم حاصل کرتے ہیں، ائمہ ومحدثین کی علمی کاوشوں سے مستفید ہوتے ہیں، وہ صرف کتابوں کے مطالعہ کرنے پر اکتفا نہیں کرتے،سلفی علماء ومشائخ اور ائمہ ومحدثین کا احترام کرتے ہیں، انکی اچھائیوں کو پھیلاتے ہیں اور انکی غلطیوں کو چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ وہ انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔۔

- **سلفیت اور فتوی:**

سلفی ہر مسئلے میں فتوی دینے سے گریز کرتا ہے،کتاب وسنت کے صریح نصوص کی روشنی میں فتوی دے گا، بصورت دیگر اہل اجتہاد اور اپنے سے بڑے عالم کی طرف رہنمائی کردیتا ہے جس طرح سلف صالحین صحابہ کرام کرتے تھے۔

- **سلفیت اور اجتہاد:**

اجتہاد اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک بڑی نعمت ہے، اسی وجہ سے پیش آمدہ مسائل میں ہمیں رہنمائی ملتی ہے جن کے تعلق سے کتاب وسنت کے اندر صریح نص نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں ایک مجتہد ہی اپنے علمی اجتہاد اور قیاس سے مسئلے کو حل کرتا ہے۔لہٰذا اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کیلئے کھلا ہے، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ حدیث ہے:"إن الله يبعث لهذه

الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها". (الحديث صحيح أخرجه أبو داود والحاكم والبيهقي)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالی ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص کو ضرور بھیجے گا جو اسکے دین کی تجدید کرے گا۔

● **سلفیت اور نقل اخبار:**

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾ [الحجرات:٦]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں سلفی پہلے ہر خبر کی تحقیق کرتے ہیں، پھر اس پر کوئی حکم لگاتے ہیں، محض کسی کے تعلق سے خبر سن کر ہی اس پر بھروسہ نہیں کر لیتے، اور نہ ہی یہ کسی افواہ اور پروپیگنڈے کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

● **سلفیت اور تکفیر:**

سلفی مطلق طور پر تکفیر کے منکر بھی نہیں ہیں اور نہ ہی ہر گناہ پر ہر کسی کی تکفیر کرتے ہیں، اور یہ بھی نہیں کہتے کہ تکفیر معین ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر کسی کے اندر تکفیر کے شروط پائے جائیں اور وہ موانع سے خالی ہو تو اسکی تکفیر کے قائل ہیں۔

تکفیر کے شرائط:

اسے پتہ ہو کہ یہ عمل کفریہ ہے۔

اس نے جان بوجھ کر کفریہ عمل کیا ہو یا کہا ہو۔

اپنے اختیار سے کیا ہو مجبور ہو کر نہ کیا ہو۔

تکفیر کے موانع:

اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے۔

اس نے وہ بات تاویل کر کے کہی ہو، کفر کا عقیدہ نہ ہو۔

اس نے وہ بات مجبور ہو کر کہی ہو یا کیا ہو۔

اس نے اس کفریہ کام کو غلطی سے کیا ہو۔

● **سلفیت اور حاکم وقت:**

سلفی حاکم وقت کے ساتھ اسی سلوک اور برتاؤ کے قائل ہیں جس طرح کتاب وسنت میں انکے ساتھ سلوک کرنے کا حکم ہے۔ جب تک حاکم صریح کفر کا ارتکاب نہ کرے وہ اسکے خلاف خروج کے قائل نہیں ہیں، اور خروج کے اسباب موجود ہونے کے باوجود بھی اسی صورت میں خروج کے قائل ہیں جب حاکم کے مقابلے زیادہ قوت کے مالک ہوں تاکہ موجودہ فساد کے مقابلے زیادہ فساد کا اندیشہ نہ رہے۔

● **سلفیت اور ولاء وبراء:**

سلفی کسی سے دوستی اور دشمنی صرف دین کی خاطر کرتے ہیں، وہ کسی جماعت، قوم یا فرد کو دین سے فوق تر نہیں سمجھتے۔ وہ ہر مومن سے اللہ کیلئے محبت کرتے ہیں اور ہر کافر سے اللہ کیلئے بغض رکھتے ہیں۔ حق اسی کو سمجھتے ہیں جس پر قال اللہ اور قال الرسول کی مہر ہوتی ہے۔

● **سلفیت اور شرک وبدعت:**

سلفی معاصی اور کبائر سے بالاتر نہیں البتہ سب سے زیادہ شرک وبدعات سے دور رہتے ہیں۔ سلفی اسی لئے بدعتی سے بھی

دور رہتے ہیں:

1- اسے سبق سکھانے کیلئے اور دوسرے کو اس سے عبرت پکڑنے کی خاطر۔

2- اسکے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی صورت میں اس سے متاثر ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

- **سلفیت اور گروہ بندی:**

سلفی کسی طرح کی گروہ بندی کے قائل نہیں ہیں چاہے وہ فرقہ وارانہ اور مسلکی گروہ بندی ہو یا سیاسی اور سماجی گروہ بندی ہو، کیونکہ گروہ بندی دنیا وآخرت سب کیلئے تباہ کن ہے، اور گروہ بندی مشرکوں کا عمل ہے، ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۝٣١ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾[الروم:۳۱-۳۲]

ترجمہ: اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہوگئے، ہر گروہ اسی پر جوان کے پاس ہے، خوش ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا:﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِى شَىْءٍ ۚ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ﴾[الانعام:۱۵۹]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

اسلام ہمیں ایک عقیدے، ایک منہج اور ایک امت کے ساتھ اتحاد کرنے کی دعوت دیتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ﴾[الانبیاء:۹۲]

ترجمہ: بے شک یہ ہے تمہاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟﴾[آل عمران:۱۰۳]

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔

شیخ ابو بکر زید کہتے ہیں: **"إنَّ إنشاء أي حزب في الإسلام يخالفه بأمر كلي أو بجزئيات لا يجوز، ويترتب عليه عدم جواز الانتماء إليه، ولنعتزل تلك الفرق كلها، وعليه فلا يجوز الانصهار مع راية أخرى تخالف راية التوحيد بأي وجهٍ كان من وسيلة أو غاية. ومعاذ الله أن تكون الدعوة على سنن الإسلام مِظَلَّة يدخل تحتها أي من أهل البدع والأهواء، فيُغَض النَّظر عن بدعهم وأهوائهم على حساب الدعوة".** (حکم الانتماء:153)

مفہوم: اسلام کے اندر پارٹی بنانا یا اسکی طرف منسوب ہونا کسی طرح جائز نہیں، توحید کا جھنڈا ہمارے لئے کافی ہے، اللہ کی پناہ ایسی پارٹی کی طرف دعوت دینے سے جس کے اندر اہل بدعت کے سارے لوگ موجود ہوں۔

- **سلفیت اور خفیہ تنظیم:**

اخوانیوں کی طرح سلفیت خفیہ اور پراسرار تنظیموں کا قائل نہیں ہے، سلفیوں کی دعوت روز روشن کی طرح واضح ہے، انکے

یہاں کوئی پراسراریت نہیں ہے، منہج سلف کے مطابق کتاب وسنت کی دعوت دیتے ہیں، منبر ومحراب کو اپنا وسیلہ بناتے ہیں۔ سماج کا ہر فرد انکی دعوت میں شامل ہوتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وأقم الصلاة...وعليك بالعلانية وإياك والسر" (رواہ ابن أبی عاصم فی السنۃ باسناد جید)

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو، اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو... کھلے پن کو لازم پکڑو اور رازداری سے بچو۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا:

"إذا رأيت قوماً يتناجون فى دينهم بشيء دون العامة فاعلم أنهم على تأسيس ضلالة" (رواہ أحمد فی الزہد)

ترجمہ: جب کچھ لوگوں کو دیکھو کہ وہ لوگوں کو چھوڑ کر دین کے معاملے میں تنہائی میں بیٹھ کر سرگوشی کر رہے ہیں تو جان لو یہ لوگ گمراہی کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔

- **سلفیت اور بیعت:**

اسلام کے اندر بیعت یا تو حاکم وقت کیلئے ہے یا جہاد کے وقت شہادت یا فتح کیلئے۔ اسکے علاوہ تیسری کوئی بیعت نہیں ہے، آیات واحادیث میں انہیں دونوں کا تذکرہ ہے۔۔

- **سلفیت اور جہاد:**

سلفی جہاد کی کوئی تاویل نہیں کرتے بلکہ اسے اسلام کی سربلندی کی نشان مانتے ہیں، البتہ حاکم وقت کے ماتحت نہ کہ مجہول جھنڈے کے تحت۔ سلفی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا اسکا حکم کبھی ختم نہیں ہوگا۔

- **سلفیت اور نفاذ شریعت:**

سلفیت کا یہ عقیدہ ہے کہ نفاذ شریعت جس طرح ہر فرد مسلم پر واجب ہے اسی طرح مسلم حاکم پر بھی واجب ہے۔ نفاذ شریعت کی آیتیں دونوں کیلئے عام ہیں، وہ صرف حکام کیلئے خاص نہیں ہیں۔

بلکہ ان آیتوں کا تعلق شخصی زندگی سے زیادہ متعلق ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ-فرماتے ہیں:

"والإنسان متى حلل الحرام المجمع عليه، أو حرم الحلال المجمع عليه، أو بدل الشرع المجمع عليه، كان كافراً مرتداً، باتفاق الفقهاء، وفى مثل هذا نزل قوله على أحد القولين: ﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾ [المائدۃ:۴۴] **أى هو المستحل للحكم بغير ما أنزل الله".**

مفہوم: ایک مسلمان جب حلال کردہ کسی چیز کو حرام اور حرام کردہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے تو وہ مرتد ہوجاتا ہے، ایسے ہی پس منظر میں نفاذ شریعت والی آیت کا نزول ہوا تھا، یعنی وہ غیر شریعت کو حلال سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

وصل الله على نبينا محمد و على آله وسلم

احکام ومسائل

قسط: اول

لباس اورزیب وزینت

شیخ مختاراحمد محمدی مدنی (سعودی عرب)

لباس انسان کی فطری ضرورت ہے جس سے اس کی تین بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے :

نمبر(۱): انسان فطرتا حیادار ہے اور حیا کی جگہوں کو چھپانے کے لئے لباس کی ضرورت پڑتی ہے، جب ایک بھول کی وجہ سے اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام اوران کی بیوی حواء کو جنت سے نکال دیا اور دونوں جنتی لباس سے بھی محروم ہو گئے تو دونوں کی فطرت نے گوارہ نہ کیا کہ شرم وحیا کے مقامات ننگے رہیں:

﴿وَيَٰٓـَٔادَمُ ٱسۡكُنۡ أَنتَ وَزَوۡجُكَ ٱلۡجَنَّةَ فَكُلَا مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلَا تَقۡرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١٩ فَوَسۡوَسَ لَهُمَا ٱلشَّيۡطَٰنُ لِيُبۡدِيَ لَهُمَا مَا وُۥرِيَ عَنۡهُمَا مِن سَوۡءَٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنۡ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيۡنِ أَوۡ تَكُونَا مِنَ ٱلۡخَٰلِدِينَ ۝٢٠ وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ ٱلنَّٰصِحِينَ ۝٢١ فَدَلَّىٰهُمَا بِغُرُورٖۚ فَلَمَّا ذَاقَا ٱلشَّجَرَةَ بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡءَٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخۡصِفَانِ عَلَيۡهِمَا مِن وَرَقِ ٱلۡجَنَّةِۖ وَنَادَىٰهُمَا رَبُّهُمَآ أَلَمۡ أَنۡهَكُمَا عَن تِلۡكُمَا ٱلشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَآ إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمَا عَدُوّٞ مُّبِينٞ ۝٢٢ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ۝٢٣﴾ [الاعراف:۱۹-۲۳]

”اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکون کے ساتھ رہو اور جو چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، شیطان نے ان دونوں کو وسوسہ میں ڈال دیا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے مخفی رکھی گئی تھیں انہیں کے آمنے سامنے ظاہر کردے، اور کہنے لگا: تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ، یا تم یہاں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ، پھر ان دونوں سے قسمیں کھائیں کہ میں تم دونوں کا حقیقی خیر خواہ ہوں، چنانچہ ان دونوں کو دھوکہ دے کر اپنا ہمنوا بنالیا پھر جب انہوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہوگئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر چپکانے لگے، اس وقت رب نے ان دونوں کو پکارا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہیں کیا، اور رہم پر رحم نہ کیا، تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے“۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ستر پوشی انسان کی فطرت ہے اور اسے برہنہ کرنا شیطان کا کام ہے، شیطان لوگوں کو برہنہ کرکے برائی وفحاشی کے راستوں پر لگانا چاہتا ہے، یورپ کا برہنہ معاشرہ اس کی واضح ترین مثال ہے اس معاشرہ میں شرم وحیا والی فطرت کو شیطان نے مسخ کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا معاشرہ حیوانی معاشرہ بن گیا فواحش کی کثرت ، کھلے عام بدکاریاں، خاندانی نظام تہ وبالا ، اسقاط حمل وناجائز اولاد کی کثرت، شادی کرکے باعزت زندگی گذارنے سے فرار، سکون وطمینان کا

فقدان، خودکشی میں دن بدن اضافہ، عفت وعصمت کی چادر تارتار، جب انہوں نے فطرت اور اللہ کے نظام سے بغاوت کیا تو اللہ نے آج انہیں مختلف قسم کی بیماریوں میں سزا وعبرت کے طور پر مبتلا کردیا جن میں ایڈز بیماری سرفہرست ہے۔

اسلام سے قبل عرب میں بھی برہنگی موجود تھی عرب کی عورتیں نیم برہنہ حالت میں گھروں سے باہر گھومتی تھیں اور اسے عیب نہیں سمجھا جاتا تھا، یہی نہیں بسا اوقات بعض قبیلہ کی عورتیں مخصوص کپڑا نہ ملنے کی صورت میں بیت اللہ کا طواف بھی برہنہ کرلیا کرتی تھیں، مرد بھی ننگا طواف کرلیا کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں پہن کر اس مقدس گھر کا طواف کیا جائے صرف قبیلہ قریش کے لوگ اپنے کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو ان سے کپڑا مل جاتا اسے پہن کر طواف کرلیتے اور جب کبھی قریش سے کپڑے نہ ملتے تو ننگے ہی طواف کرلیتے، اور اگر شرم وحیا کی کچھ رمق باقی رہتی تو عورت اپنی اگلی شرمگاہ کے آگے چھوٹا سا کپڑا یا ہاتھ رکھ لیتی، عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: عورت برہنہ ہوکر بیت اللہ کا طواف کرتی اور کہتی کون ہے جو مجھے کپڑا ادھار دے تاکہ میں اپنی شرمگاہ چھپا سکوں اور یہ شعر پڑھتی۔

اليوم يبدو بعضه أو كله
فما بدا منه فلا أحله

آج پوری شرمگاہ یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہوجائے گا اور جتنا بھی ظاہر ہوگا میں اسے کسی کے لئے حلال نہیں کرتی۔ (صحیح مسلم)

لیکن جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو شرم وحیا کا کھویا ہوا لباس عطا کیا، اسے دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دے کر اس کی حفاظت وصیانت کا تاکیدی حکم دیا، ستر چھپانے اور پورے جسم کے پردہ کرنے کا حکم دیا، آج مغرب زدہ کچھ لوگ خواتین اسلام کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ پردہ کرنا عربوں کی تہذیب وثقافت رہی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا پردہ کریں نہ کریں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، ایسی ذہنیت کے مالک شیطان کے ایجنٹ ہیں کیونکہ شیطان عورتوں کو ننگا رکھنا چاہتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ پردہ سراسر اسلامی حکم ہے، پردہ کسی تہذیب وثقافت کا نام نہیں ہے۔ جس طرح وضوء وصلاۃ، زکاۃ وصوم اور حج وعمرہ اسلام کے احکام ہیں اسی طرح پردہ بھی اسلام کا ایک اہم حکم ہے۔

اسلام میں نہ صرف پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اگر کوئی مجبوری میں ننگا ہو تو بھی اس کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: ''**لاينظر الرجل الى عورة الرجل ولاالمرأة الى عورة المرأة**'' (مسلم)

''مرد مرد کی شرمگاہ اور عورت عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر نہ اٹھائے''۔

ایک صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ گھر میں ہم کس سے ستر چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں تو آپ نے فرمایا ''**احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک**'' ''اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے ستر چھپاؤ'' صحابی نے کہا اگر کوئی اکیلا ہو تو آپ نے فرمایا: ''**الله أحق أن يستحى منه من الناس**'' ''لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالی اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیا کی جائے''۔ (سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**ما من امرأة تخلع ثيابها فى غير بيتها الا هتكت ما بينها وبين الله**'' جو عورت اپنے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اس پردے کو تار تار کردیتی ہے جو اس کے اور اس کے رب کے

درمیان ہے۔(ابوداؤدرقم:۴۰۱۰)

نمبر(۲) : طہارت نفاست پاکیزگی اور زیب وزینت انسان کی فطرت کا حصہ ہے اورزیب وزینت کے اظہار کے لئے لباس کی ضرورت ہے ۔﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقۡوَىٰ ذَٰلِكَ خَيۡرٞۚ ﴾[الاعراف:۲۶۔۲۷]

اے آدم کی اولاد ! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہ کو چھپاتا ہے،اور باعث زینت بھی ہے،اورتقوی کالباس تواس سے بہتر ہے۔

(ان الله جميل يحب الجمال) تنبیہ ہرشخص کواپنی حیثیت کے مطابق کپڑا پہننا چاہیئے کیونکہ لباس اللہ کی نعمت ہے، اوراس نعمت پرشکر کرنے کاطریقہ یہ ہے کہ آدمی اچھالباس پہنے، ابوالاحوص کے والدفرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس پھٹے پرانے کپڑے میں آیا تو آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپ نے پوچھا کس طرح کا مال ہے؟ کہا اللہ نے مجھے اونٹ گھوڑے بکریاں غلام ہرطرح کا مال دے رکھاہے،آپ نے فرمایا جب اللہ نے اتنا مال دیا ہے تو پھر اللہ کے ان انعامات کا اثر بھی تمہاری حالت سے ظاہر ہونا چاہئے۔(ابوداؤد)

نمبر(۳): سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے بھی انسان لباس کو بطور ہتھیار استعمال کرتاہے ۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَجَعَلَ لَكُمۡ سَرَٰبِيلَ تَقِيكُمُ ٱلۡحَرَّ وَسَرَٰبِيلَ تَقِيكُم بَأۡسَكُمۡۚ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهُۥ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡلِمُونَ ﴾[النحل:۸۱]

''اوراسی نے تمہارے لئے ایسی قمیصیں بنائیں جوتمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اورایسی قمیصیں بھی جو جنگ میں تمہارے کام آئے وہ اسی طرح تمہیں اپنی پوری نعمتیں دے رہاہے تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ''۔

انہیں تین امور کی بنیاد پر لباس انسان کی بنیادی ضرورتوں میں شامل ہے۔

لباس کے شرعی اصول وضوابط:

نوٹ یہ اصول وضوابط اس صورت میں ہیں جب عورت خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے سامنے ہو اگر صرف خاوند کے ساتھ ہواوران دونوں کے پاس تیسرا کوئی نہ ہواس صورت میں عورت اپنے شوہر کے سامنے کوئی بھی لباس پہن سکتی ہے یہاں تک کہ اس کے سامنےننگی بھی رہ سکتی ہے۔

(۱) سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ لباس ایسا ہو جوستر کو چھپانے والا ہو،عورت کا ستر ہاتھ کی کلائی، پاؤں کے پنجے اور چہرہ چھوڑ کر جسم کا سارا حصہ ہے یعنی چہرہ اور ہاتھ پاؤں ستر میں داخل نہیں ہے ، گھر کی چاردیواری میں عورت اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کا پردہ نہیں کرے گی ،ان کے علاوہ ساراجسم چھپا کر رکھے گی خواہ اس کے والدین ہوں یا بہن بھائی وغیرہ اور اگر گھر میں غیرمحرم رشتہ دار جیسے دیور جیٹھ وغیرہ رہتے ہوں تو پھر ہاتھ پاؤں اور چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے،اسی طرح گھر سے باہر نکلتے وقت بھی سارے جسم کا پردہ ضروری ہے یعنی یہ کہ ستر اورحجاب میں فرق ہے پہلافرق یہ ہے کہ ستر میں ہاتھ پاؤں اور چہرہ شامل نہیں ہے البتہ حجاب میں یہ اعضاء بھی شامل ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت پر ستر کا چھپانا شوہر کےعلاوہ ہرشخص کے سامنے ضروری ہے خواہ وہ محرم ہی کیوں نہ ہو،اوراگرغیرمحرم ہوتوستر سے بڑھ کرحجاب کرناضروری ہے یعنی ہاتھ پاؤں اور چہرے کا چھپانا بھی ضروری ہے۔لہٰذا وہ لباس جو عورت کے ستر کو نہ چھپائے اس کا پہننا جائز نہیں ہے۔

(۲) تنگ اور چست نہ ہو جس سے جسم کا اتار چڑھاؤ واضح اور نمایاں ہو، جیسے منی اسکرٹ، انڈر ویئر غیرہ۔ اسامہ بن زید فرماتے ہیں مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موٹی قبطی چادر دی جو دحیہ کلبی نے آپ کو بطور تحفہ دی تھی میں نے وہ چادر اپنی بیوی کو پہنادی، بعد میں نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے وہ چادر کیوں نہیں استعمال کی میں نے کہا وہ میں نے اپنی بیوی کو دے دی ہے، تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو کہنا کہ اسے اوڑھنے سے پہلے اس کے نیچے کوئی لباس پہن لے ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ چادر اس کے جسم کے اتار چڑھاؤ نمایاں کرے گی۔ (سنن ابوداؤد)

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اپنی اولاد اور دیگر محارم کے سامنے عورت کے لئے مختصر لباس پہننا جائز نہیں ہے، وہ ان کے سامنے اپنے جسم کا صرف اتنا حصہ کھول سکتی ہے جس کے کھولنے کی اجازت ہے (یعنی جو ستر میں شامل نہیں ہیں) عورت صرف اپنے شوہر کے سامنے تنگ او رعریاں لباس پہن سکتی ہے۔ (المنتقی من فتاوی الشیخ صالح)

(۳) پتلا اور باریک نہ ہو جس سے جسم کا اندرونی حصہ دکھائی دے رہا ہو، عام طور پر چست و باریک لباس بدکار و فاحشہ عورتیں پہنتی ہیں تاکہ لوگوں کو دعوت نظارہ دیں اور اپنے حسن کی نمائش کریں ایسی عورتوں پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے: ''صنفان من أهل النار لم أرهما بعد نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات على رؤسهن كأسنمة البخت المائلة لايرين الجنة ولايجدن ريحها ورجال معهم أسواط كاذناب البقر يضربون بها الناس'' (مسلم)

''دو قسم کے جہنمیوں کو آج تک میں نے نہیں دیکھا ایک تو ایسی عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہیں یہ مائل ہونے والی اور لوگوں کو مائل کرنے والی ہیں ان کے سروں پر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح بال کے جوڑے حرکت کرتے ہوں گے یہ نہ جنت کو دیکھیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے لاٹھیاں ہونگی جن سے وہ لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں''۔

(۴) مردوں کی مشابہت نہ ہو نبی کریم ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (صحیح بخاری)

یعنی عام طور پر جو کپڑے مرد استعمال کرتے ہوں ان کپڑوں کا استعمال عورتوں کے لئے اور عام طور پر جو لباس عورتیں پہنتی ہیں اس کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**لعن رسول الله ﷺ الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل**'' (سنن أبوداؤد)

''نبی کریم ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور ایسی عورت پر لعنت بھیجی ہے جو مرد کا لباس زیب تن کرتی ہے''۔

پتلون جینس مردوں کا لباس ہے نیز ان کے چست اور تنگ ہونے کی وجہ سے جسم کے اعضاء ظاہر رہتے ہیں اس لئے پتلون وغیرہ کا پہننا عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۵) کافر عورتوں کا لباس نہ ہو: اسلام نے عورتوں کو ایک منفرد اور ایک خاص تشخص دیا ہے، اسی لئے انہیں پردہ کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کی انفرادی و امتیازی شان برقرار رہے کیونکہ کافر عورتیں پردہ نہیں کرتیں، لہٰذا جو کافر عورتوں کا مذہبی لباس ہوگا اس کا پہننا مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں جیسے بلاوز جس میں بے پردگی بھی ہے کیونکہ اس کے پہننے سے عورت کا پیٹ اور پیٹھ صاف طور پر نظر آتی ہے، وہیں یہ کافر عورتوں کا لباس بھی ہے۔

(جاری)

ردّ بدعت

بدعات پھیلنے کے دس اسباب

تحریر: ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی رحمہ اللہ   ترجمہ: شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

بدعات کے پنپنے، پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں، چند اسباب درج ذیل ہیں:

① **جہالت:** اور یہ سب سے بڑی بلا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا﴾ [الاسراء:۳۶] اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف:۳۳]

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے خفیہ وعلانیہ فواحش، ہر طرح کے گناہ اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم نہیں جانتے۔

نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ، فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا يُفْتُونَ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ". (متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایذکر من ذم الرأی وتکلف القیاس، ۱۸۷/۸، حدیث نمبر: ۷۳۰۷، ومسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظھور الجھل والفتن آخر الزمان، ۲۰۵۸/۴، حدیث نمبر: ۲۶۷۳)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان سے علم یونہی کھینچ کر نہ لے لے گا، بلکہ علماء کو وفات دے کر اٹھالے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا، اور لوگوں میں صرف جاہل رووساء کو باقی چھوڑے گا، جو بغیر علم کے فتوے دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

② **خواہشاتِ نفس کی اتباع:** یہ بھی لوگوں کو بدعات اور خواہش پرستی میں ڈالنے والے خطرناک اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

ارشاد باری ہے: ﴿يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ﴾ [ص:۲۶]

اے داؤود! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو، اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقینا جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن

ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا ﴾ [الکہف:۲۸]

اور آپ اس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے، اور وہ اپنے خواہشات نفسانی کا پیرو ہے، اور اس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

اور فرمایا: ﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَـٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَـٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ [الجاثیۃ:۲۳]

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے!!۔

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ ٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ ٱللَّهِ ﴾ [القصص:۵۰]

اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو۔

اور فرمایا: ﴿إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴾ [النجم:۲۳]

یہ لوگ تو صرف اٹکل پچو اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقینا ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

③ **شبہات میں پڑنا:** اہل بدعت شبہات میں پڑنے کے سبب بھی بدعات کے شکار ہوتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ مِنْهُ ءَايَـٰتٌ مُّحْكَمَـٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَـٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَـٰبِهَـٰتٌ ۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَـٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِۦ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ ۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴾ [آل عمران:۷]

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، ساری آیتیں ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔

④ **نری عقل پر اعتماد کرنا:** چنانچہ جو شخص قرآن وسنت یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے وہ گمراہی کے دلدل میں جا پھنستا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ [الحشر:۷]

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقینا اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴾ [الاحزاب:۳۶]

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

⑤ **تقلید اور تعصب:** کیونکہ اکثر اہل بدعت اپنے آباء واجداد اور پیران ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں، اور ان کے مذاہب کا تعصب کرتے ہیں، (ایسے لوگوں کے سلسلہ میں) اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ [البقرۃ:۱۷۰]

اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اور فرمایا: ﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ﴾ [الزخرف:۲۲]

بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔

اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال مزین و آراستہ کر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [فاطر:۸]

تو کیا وہ شخص جس کے لئے اس کے بُرے اعمال خوشنما کر دیئے گئے ہیں تو وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے، تو (اے پیغمبر!) آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے سورہ احزاب: ۶۶-۶۸ میں فرمایا:

''اس دن ان کے چہرے جہنم میں اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کئے ہوتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی باتیں مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار! تو انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر خوب لعنت نازل فرما''۔

⑥ بُرے لوگوں کی ہم نشینی اور ان سے میل جول:

بدعتوں میں پڑنے اور لوگوں میں بدعات کی ترویج اور نشر واشاعت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل سوء کی ہم نشینی اختیار کرنے والا ندامت کا شکار ہوتا ہے، ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا﴾ [الفرقان:۲۷-۲۹]

اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھ کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد گمراہ کر دیا، اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام:۶۸]

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

نیز فرمایا: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ [النساء:۱۴۰]

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب

تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، تو مشک فروش یا تو تم کو مشک ہدیہ میں دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا کم از کم تمہیں اس سے گندی بو ملے گی۔(متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ۲۸۷/۶، حدیث: ۵۵۳۴، ومسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب مجالسۃ الصالحین... ۲۰۲۶/۴، حدیث: ۲۶۲۸، بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

⑦ علماء کی خاموشی اور کتمان علم: یہ بھی لوگوں میں بدعات اور فساد کے پھیلنے کا ایک سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۵۹-۱۶۰] جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں۔

اور فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًا أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [البقرۃ:۱۷۴]

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں، اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَإِذۡ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمۡ وَٱشۡتَرَوۡاْ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلٗاۖ فَبِئۡسَ مَا يَشۡتَرُونَ﴾ [آل عمران:۱۸۷] اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا، تو کتنا بدترین ہے ان کا یہ سودا؟۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک جماعت پر دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے فرمایا:

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ [آل عمران:۱۰۴] تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ". (مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان وان الایمان یزید وینقص وان الامر بالمعروف والنھی عن

المنکرواجبان،۱/ ۶۹،حدیث نمبر:۴۹)

تم میں سے جو کوئی منکر امر دیکھے تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' ان درجات ومراتب کے مطابق ہر شخص پر فرض ہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مجھ سے پہلے جس کسی امت میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس امت میں اس کے کچھ حواری (اعوان وانصار) اور ساتھی ہوتے تھے، جو اس کی سنت کی پیروی اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتے تھے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہ تھے، اور ایسی چیزیں کرتے تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، تو جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ۱/ ۷۰، حدیث نمبر:۵۰)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يعلَمهُ فكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ''. (جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۵/ ۲۹، حدیث نمبر:۲۶۴۹، وابو داود، کتاب العلم، باب کراہیۃ منع العلم، ۳/ ۳۲۱، حدیث نمبر:۳۶۵۸، وابن ماجہ، المقدمۃ، باب من سئل عن علمہ فکتمہ، ۱/ ۹۸، حدیث نمبر:۲۶۶، ومسند احمد، ۲/ ۲۶۳، ۳۰۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الترمذی: ۲/ ۳۳۶ اور صحیح سنن ابن ماجہ: ۱/ ۴۹ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا، تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

⑧ کافروں کی مشابہت اور ان کی تقلید: مسلمانوں کے درمیان بدعات کے جنم دینے میں اس چیز کا ایک نمایاں رول ہے، اس کی دلیل ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے، اور ابھی ہمارے کفر کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا، فتح مکہ کے روز ہی مسلمان ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر ایک درخت سے ہوا تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے، (ذات انواط، دراصل ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرکین عبادت کی خاطر بیٹھتے تھے، اور حصول تبرک کے لئے اپنے ہتھیار وغیرہ بھی اس میں لٹکایا کرتے تھے) تو جب ہم نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ [الاعراف:۱۳۸] ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر فرما دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واقعی تم لوگ بڑے نادان ہو۔

''لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ''. (اس حدیث کی تخریج بایں الفاظ امام ابو عاصم کی کتاب السنۃ میں کی ہے، ۱/ ۳۷، حدیث نمبر:۷۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ'' میں (جو کتاب السنۃ کے ساتھ ہی شائع ہوئی ہے) حسن قرار دیا ہے، ۱/ ۳۷، وجامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم، ۴/ ۴۷۵،

حدیث نمبر: ۲۱۸۰، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ "حدیث حسن صحیح ہے"، نیز دیکھئے: النہج السدید فی تخریج احادیث تیسیر العزیز الحمید، از جاسم بن فہید الدوسری ص: ۶۴، ۶۵)

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کروگے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اس بدترین مطالبہ کا اصل محرک کفار کی مشابہت ہی تھی، اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اللہ کے علاوہ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک درخت مقرر فرمانے کے مطالبہ کا سبب بھی کفار کی مشابہت ہی تھی، اور یہی حال آج مسلمانوں کی اکثریت کا بھی ہے کہ انہوں نے بدعات وشرکیات کے عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کی ہے، جس کے مظاہر تقریباتِ پیدائش، جنازوں کی بدعات، اور قبروں پر عمارت کی تعمیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ قوموں کی راہیں اپنانا بدعات وخواہشات کا ایک دروازہ ہے"۔ (دیکھئے: تنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافی البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۱۴۷، و رسائل ودراسات فی الأھواء والافتراق والبدع وموقف السلف منھا، از ڈاکٹر ناصر العقل، ۲/۱۷۰، نیز کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان ص: ۸۷)

اس بات کی مزید وضاحت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستوں کی پیروی کروگے، ایک ایک بالشت، اور ایک ایک گز، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے"۔ ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! "کیا یہود ونصاریٰ کی راہوں کی؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فمن؟" "تو اور کس کی؟" (متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "لتتبعن سنن من کان قبلکم"، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر: ۷۳۲۰، ومسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاری، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر: ۲۶۶۹)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "السنن" کے معنی راستے کے ہیں، اور بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور دیگر بے راہ روی کے کاموں میں شدتِ یکسانیت اور موافقت کی مثال مقصود ہے، نہ کہ کفر میں، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کھلا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً ثابت ہوئی"۔ (صحیح مسلم بشرح امام نووی: ۱۶/ ۴۶۰)

معلوم ہوا کہ بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے سے دراصل ہر اس شے میں اتباع کرنے کی مثال مقصود ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے، اور وہ شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری، از امام حافظ ابن حجر، ۱۳/ ۳۰۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت وپرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وخواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل: ۲/ ۵۰، ۹۲، علامہ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: حدیث نمبر، ۵۱۱۴ و۵۱۱۵ و۵۶۶۷ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

⑨ ضعیف وموضوع حدیثوں پر اعتماد: ضعیف وبے اصل حدیثوں پر اعتماد بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے بدعات کی نشر واشاعت ہوتی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اہل بدعت ضعیف، بے سروپا، موضوع، جھوٹی اور ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جنھیں محدثین نے درجۂ قبولیت سے خارج قرار

دیا ہے، اور دوسری طرف ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو ان کی بدعات کے آڑے آتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ہلاکت و بربادی اور خسارہ ان کا مقدر بن جاتا ہے، ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔ (دیکھئے: فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۲۲/۳۶۱-۳۶۳، والاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۲۷۸-۲۹۴، وتنبیہ اولی الأبصار۔۔از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۸۴۸، ورسائل ودراسات فی الأھواء والافتراق۔۔از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۲/۱۸۰)

⑩ غلو پسندی ومبالغہ آرائی: غلو، بدعات کے ظہور وانتشار کا سب سے بنیادی سبب ہے، اور یہی وہ سبب اصیل ہے جس سے انسانیت میں شرک جیسے سنگین جرم کا وجود ہوا، کیونکہ لوگ آدم علیہ السلام سے لیکر دس صدیوں تک خالص عقیدۂ توحید پر قائم تھے، شرک کا وجود نہ تھا، پھر اس کے بعد لوگوں نے صالحین (نیکوکار لوگ) سے عقیدتیں قائم کیں اور ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر بیٹھے، تو اللہ تعالی نے دعوت توحید کی تجدید کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور یوں انبیاء ورسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ (دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ، از امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ: ۱/۱۰۶)

غلو کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں، چنانچہ غلو شخصیتوں میں ہوتا ہے، مثلاً ائمہ واولیاء کی تقدیس اور انہیں ان کے مرتبوں سے اونچا اٹھانا، اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت تک پہنچ جانا وغیرہ، نیز دین میں غلو ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، یا بے جا تشدد اور ناحق کسی کی تکفیر کرنا وغیرہ، اور غلو درحقیقت عقائد واعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف ہو یا کسی چیز کی اس کے حق سے زیادہ مذمت۔ (دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/۲۸۹)

اللہ تعالی نے غلو سے ڈرایا ہے، چنانچہ اہل کتاب سے فرمایا:

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ﴾ [النساء: ۱۷۱] اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں غلو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہینے ہلاک کیا ہے۔ (سنن نسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصی، ۵/۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک باب قدر حصی الرمی، ۲/۱۰۰۸، واحمد، ۱/۳۴۷، اس حدیث کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "اقتضاء الصراط المستقیم"، ۱/۲۸۹، میں صحیح قرار دیا ہے)

معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا شرک وبدعات اور خواہشات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے،[1] اور دین میں غلو کی خطرناکی ہی کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

[1] دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۱/۲۸۹، والاعتصام، از امام شاطبی رحمہ اللہ، ۱/۳۲۹-۳۳۱، ورسائل ودراسات فی الأھواء۔۔۔ از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۱/۱۷۱، ۱۸۳، والغلو فی الدین فی حیاۃ المسلمین المعاصرۃ، از ڈاکٹر عبدالرحمن ابن معلا اللویحق، ص: ۷۷-۸۱، والحکمۃ فی الدعوۃ إلی اللہ عزوجل، از سعید بن علی القحطانی ص: ۷۹-۳۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔ (صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: {واذکر فی الکتاب مریم...} ۴/۱۷۱، حدیث نمبر: ۳۴۴۵)

(نوٹ: ان میں سے اکثر اسباب کے لئے دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی رحمہ اللہ: ۱/۲۸۷-۳۶۵)

احساسات وتوجیہات

قسط:اول

گناہوں کا زہر اور مسموم معاشرہ

شیخ رشید سمیع سلفی (جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

اسلام نے اخوت و بھائی چارگی کی غیر معمولی تاکید فرمائی ہے، اسلام کی بے شمار ہدایات کا مقصد آپسی محبت، الفت اور خیرخواہی کے جذبے کو فروغ دینا ہے، باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کی حوصلہ افزائی کرنا ہے، اسی طرح سے وہ گناہ اور معصیت جو جذبۂ اخوت کو متاثر کرتے ہیں، رشتوں میں دراڑ ڈالتے ہیں، تعلقات کی فضا کو مسموم بناتے ہیں، ان سے منع کیا گیا ہے، اس حوالے سے سورۃ الحجرات بڑی معنویت رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں وہ احکام وہدایات بیان فرمائے ہیں جو سماج کو جوڑنے اور انتشار و افتراق سے بچانے میں کلیدی کردار ادا کرسکتے ہیں، درج ذیل سطور میں اس قبیل کے چند احکام کی نشاندہی مقصود ہے، ان میں سے ایک سنگین گناہ بدگمانی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ [الحجرات:12]

اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بد گمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

دراصل تعلقات میں فساد کا آغاز بدگمانی سے ہوتا ہے، کسی کے بارے میں بلاکسی دلیل، گواہ اور ثبوت کے غلط خیال دل میں لانا بدگمانی کہلاتا ہے، حسن گمان ایک مسلمان کی ترجیح ہونا چاہیے، اگر بدگمانی پال کر رکھی جائے گی تو دوسرے گناہ کا بھی اس کے ساتھ دروازہ کھلتا ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں کیا ہے، کسی بھی معاشرے میں بدگمانی کا چلن اس معاشرے کے افراد کے باہمی رشتوں کو کھوکھلا کردیتا ہے، شکوک وشبہات کی فضا میں لوگ زندگی گذارنے لگتے ہیں، ہواؤں میں بدگمانی کی بساند رچ بس جاتی ہے جو بڑے بڑے مسائل کو جنم دیتی ہے، احوال وظروف کا جائزہ لیا جائے تو بدگمانی کے بے شمار مظاہر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، اگر کوئی شخص ترقی کررہا ہے، آگے بڑھ رہا ہے تو یہ بدگمانی کہ ضرور دونمبر کا کام کررہا ہے، ضرور کچھ حرام وحلال کا چکر ہے، اگر کسی کا کاروبار خراب جارہا ہے، کمائی نہیں ہورہی ہے تو پڑوسی سے بدگمانی کہ اس نے ضرور میرے خلاف کوئی کرتب کیا ہے یا کالا جادو کیا ہے، اس لئے میں خسارے کی طرف بڑھ رہا ہوں، اگر کہیں رشتہ ٹوٹ گیا تو ضرور میرے فلاں رشتے دار نے غلط فہمی پیدا کی ہے، اگر کسی نے ملاقات پر کسی وجہ سے آپ پر توجہ نہیں دیا، آپ کی طرف زیادہ التفات نہیں کیا تو وہ متکبر ہوگیا

ہے، کسی نے آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد نہیں بھیجا تو حسد کرتا ہے، گھروں میں بھی بدگمانی کی فصل لہلہارہی ہے، رشتے بدگمانیوں کی نذر ہورہے ہیں، نفرتوں کو پنپنے کا موقع مل رہا ہے، دوریاں بڑھ رہی ہیں، گھروں میں شوہر اگر بیوی کا خیال زیادہ کررہا ہے تو بیوی نے کچھ کر کے کھلا دیا ہے، وہ اگر بیوی سے روکھا روکھا سا رہتا ہے تو ساس نے کان بھرے ہونگے، بیوی اگر بار بار میکے جارہی ہے تو شوہر کو اس کے کردار کے بارے میں بدگمانی ہوجاتی ہے، وہ اگر بالکونی میں کھڑی ہوجاتی ہے تو بھی شک ہونے لگتا ہے، یا شوہر گھر لیٹ سے پہونچے تو بیوی کو بدگمانی ہوجائے، وہ اگر باہر بیوی کا فون نہیں اٹھا سکا تو باہر چکر چل رہا ہے، اس قبیل کی سیکڑوں بدگمانیاں ہیں جو دھیرے دھیرے رشتے کیلئے وبال جان بن جاتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ گمان کرنے سے منع کیا ہے، بدگمانیوں سے اچھے بھلے گھرانے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتے ہیں، گمان اگر خود سے پیدا ہوجائے تو قابل معافی ہے کیونکہ اس میں انسان کا عزم وارادہ شامل نہیں ہے، اس پر اس کا اختیار نہیں ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا وَسْوَسَتْ أَوْ حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَكَلَّمْ"

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کو وہ باتیں معاف کردی ہیں جو وہ اپنے دل سے کریں جب تک ان پر عمل نہ کریں یا زبان پر نہ لائیں۔"

جو گمان عزم وارادے کے ساتھ دل میں پیدا ہوتا ہے اور دل میں پکتے رہتا ہے، آدمی کے پاس اس منفی خیال کی کوئی دلیل بھی نہ ہو، اس قسم کا گمان حرام ہے، یہی گمان شر کا دروازہ کھولتا ہے، یہ گمان شیطان کی کارستانی ہوتی ہے، اس سے شیطان معاشرے میں تخریب مچاتا ہے، اہل ایمان کو مسئلے کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے دل ودماغ کو اس قسم کے گمان سے پاک رکھنا چاہیے، اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ".

[متفق علیہ]

"گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔"

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے، ایک دوسرے کے بارے میں مثبت رائے رکھنی چاہیے، بلا دلیل کسی کے بارے میں منفی رائے قائم کرنا فسق ہے، پھر ہم کسی کے بارے میں ثبوت کی بنیاد پر منفی رائے قائم کرتے ہیں تو اس کی اشاعت بھی نہیں کرنی چاہیے، یہ بھی ممنوع اور حرام ہے کیونکہ یہ غیبت کہلاتی ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا تھا وہ بدگمانی اور بدخواہی سے پاک تھا، اس پاکیزہ معاشرے میں کردار کی پاکیزہ جھلکیاں نظر آتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب بہتان لگایا گیا تھا، پورے مدینے میں منافقین نے طوفان بے تمیزی اٹھا رکھا تھا، خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی تھی، اس صورتحال میں چند ایک کو چھوڑ کر تمام مومن صحابہ اس فتنے سے محفوظ تھے، اکثریت اس معاملے میں حسن ظن سے کام لے رہی تھی، بدگمان ہونا تو درکنار بلا جھجک اس کی تردید کررہی تھی، چند ایک نمونے پیش خدمت ہیں۔

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی ام ایوب نے کہا تم سنتے نہیں ہو کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں میں بھی سنتا ہوں لیکن یہ جھوٹ ہے۔ ام ایوب کیا تم ایسا کرسکتی ہو؟ تو

انھوں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں تو ہرگز ایسا نہ کرتی۔تو پھر عائشہ تو تم سے بہتر ہیں۔ امام محمود ابن عمر زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں نقل کیا ہے۔کہ ابوایوب نے ام ایوب سے یہ کہا کہ تم دیکھتی ہو لوگ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا اگر تم صفوان کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ ﷺ کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کے بارے میں سوچ سکتے تھے۔تو اس نے کہا ہرگز نہیں۔ اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت نہ کرتی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے اچھی ہیں اور صفوان تم سے اچھے ہیں، یہ دونوں روایات یہ بتاتی ہیں کہ بعض مسلمانوں نے اس مسئلے پر اپنے طور پر غور کیا تھا۔ اپنے دل سے استفتاء کیا تھا اور ان کے عقول نے ان کو یہ باور کرادیا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بات غلط ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کی طرف اس قسم کی گراوٹ کو منسوب کیا جائے اور وہ بھی محض شک کی بناء پر محض بدظنی کی بناء پر۔(ابن کثیر)

اس قبیل کا دوسرا حوالہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوکن تھیں، سوکنوں کا باہم ایک دوسرے کو شوہر کی نگاہ سے گرانے اور شوہر کی نگاہ میں محبوب بننے کیلئے کیسے کیسے داؤ پیچ چلا کرتے ہیں؟ یہ تو جگ ظاہر ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیلئے اس معاملے میں بھرپور موقع تھا ایک ایسی سوکن کے تئیں چال چلنے کا جو نبی ﷺ کی نظروں میں بہت محبوب تھیں، لیکن تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور خانۂ نبوت سے تعلق رکھتی تھیں، آپ نے جس مثالی صاف گوئی اور حسن ظن کا مظاہرہ کیا وہ صدق وصفا کا ایک عظیم نقش بن گیا، صحیح بخاری میں تفصیل موجود ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بزبان خود بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ کی نسبت دریافت فرمایا: "اے زینب! تم کیا جانتی ہو، تم نے کیا دیکھا ہے؟" تو انھوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! میں کان اور آنکھ کو جھوٹ سے بچاتی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں ان (یعنی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا) میں سوائے اچھائی کے اور کچھ نہیں جانتی۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا میری برابر کی تھیں مگر اللہ نے ان کو بوجہ ان کی پرہیزگاری کے، میری بدگوئی سے بچالیا۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کمال تقوی کے ساتھ وہ بات کہی جو حسن ظن اور خیرخواہی پر مبنی تھی، آپ ایک سوکن کی نفسیات سے اوپر اٹھ کر امہات المومنین کے کردار کا مظاہرہ کیا۔

اس واقعے کے ضمن میں اللہ تعالی نے واقعہ افک کے سیاق میں بڑی اہم بات ارشاد فرمائی ہے:

﴿لَّوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا۟ هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ﴾[النور:١٢]

ترجمہ: جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔

قرآن کی یہ نصیحت بڑی اہمیت رکھتی ہے، مسلمانوں کو اسی مزاج کے ساتھ زندگی گزارنا چاہیئے، کسی پر بلاثبوت شک کرنا، کسی کے تعلق سے بلادلیل بدگمانی کرنا ایک خطرناک قسم کا کینسر ہے جو سماج میں پھیل جائے تو صالح قدروں کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

(جاری)

ارشادات وتنبیہات

اماموں کو کن امور کا لحاظ رکھنا چاہیے؟

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی)

زیر نظر مضمون میں صرف تین اہم نکات پر اختصارا کچھ باتیں رقم کی جارہی ہیں (۱) امامت کی اہمیت (۲) امامت کا حقدار کون؟ (۳) اماموں کو کن امور کا لحاظ رکھنا چاہئے؟

(1) امامت کی اہمیت: مذہب اسلام میں امامت کی بڑی اہمیت فضیلت ہے، نبی کریم ﷺ نے خود امامت کی ہے اور اپنی امت کو اس کا درس دیا ہے، آپ ﷺ نے اپنے چند صحابہ کو رخصت کرتے ہوئے کہا تھا:

”**فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُم**“ ”جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم میں سے ایک اذان دے اور تم میں جو عمر میں بڑا ہو وہ تمہاری امامت کروائے“۔(صحیح مسلم ح:674)

جس کی بنیاد پر خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ نے بھی امامت کا فریضہ انجام دیا ہے، آج بھی نماز کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں کا اپنا ایک امام ہوتا ہے۔

(2) امامت کا حقدار کون؟ امامت کا مسئلہ بڑا اہم ہے ہر کسی کو نہ تو امام بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہر کوئی امامت کرسکتا ہے، جس طرح اور دیگر امور کے اصول وضوابط متعین ہیں اسی طرح امامت کے بھی اصول وقاعدے ہیں جن کو شریعت اسلامیہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے اس کے اصول وضوابط اور شرائط کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءٌ، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءٌ، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءٌ، فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ : مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا" ”لوگوں کی امامت وہ شخص کروائے جو قرآن مجید زیادہ جانتا ہو، اگر قراءت قرآن میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کا مستحق ہے جو حدیث کا علم زیادہ رکھتا ہو، اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو امام وہ ہوگا جس نے ہجرت پہلے کی، اگر اس میں وہ سب یکساں ہوں تو پھر جو اسلام پہلے لایا۔اشج راوی نے اسلام کی جگہ عمر کا ذکر کیا ہے“۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد باب من احق بالا مامۃ ح:673)

- امامت میں اولی وافضل شخص ہی کو بڑھانا صحیح ہے حتی کہ اگر مندرجہ بالا شرائط چھوٹے سمجھدار بچے میں بھی پائی جائیں تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے۔حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں" میرے والد اپنی قوم میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے، جب وہ مسلمان ہوکر آئے تو اپنی قوم سے کہا: اللہ کی قسم میں سچے نبی سے ملاقات کر کے تمہارے پاس آرہا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ فلاں وقت میں فلاں نماز اسطرح پڑھو اور فلاں وقت میں فلاں نماز اس طرح پڑھو، اور جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور جس کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کروائے، لوگوں نے اندازہ لگایا کہ کسے قرآن زیادہ یاد ہے تو انہوں نے مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن پڑھنے والا نہیں پایا کیونکہ میں آنے جانے والے سواروں سے قرآن سن کر یاد کرلیا کرتا تھا، لہٰذا سب نے مجھے امام

منتخب کرلیا، حالانکہ میں اس وقت چھ یا سات برس کا تھا۔(صحیح بخاری ح:4302)

● اگر کسی معذور شخص (اندھے، کانے لنگڑے وغیرہ) میں بھی مندرجہ بالا شرائط موجود ہوں تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے، نبی کریم کے نے عبداللہ بن ام مکتوم کو امام متعین کیا حالانکہ وہ نابینا تھے ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں :''بلا شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تو اپنا خلیفہ عبداللہ ابن ام مکتوم کو مقرر کرتے جو لوگوں کی امامت کرواتے حالانکہ وہ اندھے تھے''۔(سنن ابی داود کتاب الصلاۃ، باب امامۃ الأعمی ح:595)

● اسی طرح اگر غلام کے اندر بھی حدیث کے اندر مذکور شرائط پائی جائیں تو اسے بھی امام مقرر کیا جاسکتا ہے اور وہ امامت کرسکتا ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے۔

1۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''جب مہاجرین کی ایک جماعت قباء میں اکٹھی ہوگئی اور رسول اللہ ابھی تشریف نہیں لائے تھے، تو ابوحذیفہ کے غلام سالم ان کی امامت کرتے تھے اور وہ ان میں سب سے زیادہ قرآن یاد رکھنے والے تھے''۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب امامۃ العبد والمولی ح:692)

(2)اور امام بخاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ کو ان کے غلام ذکوان قرآن سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان، باب امامۃ العبد والمولی/ قبل الحدیث)

● امامت میں اولی وافضل شخص کو ہی آگے بڑھانا واجب ہے اور اگر ایسا شخص نہ پایا جائے صرف فاسق وفاجر اور گناہ گار لوگ ہی ہوں تو ان کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی جائز اور درست ہے، عبداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان محصور تھے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ لوگوں کے امام ہیں لیکن مصیبت میں گرفتار ہیں، اور فتنہ پرور لوگوں کا امام ہمیں نماز پڑھا رہا ہے اور ہم اسے برا محسوس کرتے ہیں (اب ہم کیا کریں) تو حضرت عثمان نے فرمایا، نماز لوگوں کے اعمال میں سب سے اچھا عمل ہے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی میں شامل نہ ہو یعنی ان کی اقتداء میں نماز پڑھو لیکن ان کے غلط کاموں کی حمایت نہ کرو۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب امامۃ المفتون والمبتدع ح:695)

● لیکن مشرک امام کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے اس لئے کہ شرک تمام اعمال کو مٹانے و برباد کرنے والا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الانعام:88] ''اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال برباد ہوجاتے''۔

● اسی طرح اس بدعتی کی اقتداء میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہئے جس کی بدعت اسے کفر وشرک تک پہنچانے اور اسلام سے نکال دینے والی ہو۔

● اسی طرح جس امام سے لوگ کسی دینی واخلاقی وجہ سے ناراض ہوں تو اسے نماز نہیں پڑھانی چاہئے ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"ثَلَاثَةٌ لَا تُرْفَعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ روسِهِمْ شِبرًا رَجُلٌ أَمْ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كارهون"(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات باب من ام قوما وہم لہ کارہون ح:971)

''تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی بلند نہیں ہوتی ایک وہ آدمی جو لوگوں کا امام بن جائے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں''۔

(۳) اماموں کو کن امور کا لحاظ رکھنا چاہئے؟ امام کے اوپر بہت بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں ، امام ضامن ہے اگر وہ شرعی امور کے دائرہ میں رہ کر اچھی امامت کرے تو اس کے لئے بڑا اجر ہے، اور ہر مقتدی کے اجر کے مثل بھی اسے ثواب ملے گا لیکن

اگر وہ نماز کے اندر گڑ بڑی پیدا کرتا ہے، اور ارکان کی تعدیل اور سنتوں کی رعایت نہیں کرتا ہے تو وہی نماز اس کے لئے باعث وبال ہو جائے گی، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِن أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخطَئوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ“ (صحیح بخاری کتاب الاذان باب اذالم یتم الامام واتم من خلفہ ح:694)

اگر اماموں نے نماز اچھی طرح پڑھائی تو تمہارے لئے بھی ثواب ہے اور ان کے لئے بھی ثواب ہے، اور اگر نماز پڑھانے میں خطا کی (یعنی رکوع وسجود کی عدم طمانیت اور قومے جلسے کے فقدان سے نماز پڑھائی) تو تمہارے (مقتدیوں کے) لئے (تو) ثواب ہے اور ان کے لئے وبال ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے کہا:

"الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ" (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ ح:2957 صحیح مسلم ح:1841)

امام ڈھال ہے، اس کے پیچھے رہ کر لڑائی کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ اس لئے اماموں کو امامت کرتے وقت درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

1-ان کا وضع قطع اسلامی ہو۔

2-وہ اسلامی امور کے پابند ہوں۔

3-وقت کی پابندی کریں۔

4-دروس کا اہتمام کریں۔

5-جن امور کا انھیں مکلف بنایا جائے حتی الامکان انھیں پورا کریں۔

6-دروس، مصلیان وسامعین کے فہم کے موافق دیں۔

7-خطبات ودروس میں حوالہ جات ونصوص کا خیال رکھیں۔

8-منہج سلف کے خلاف کوئی بات نہ کہیں۔

9-مفسد اور خارجی ذہنیت رکھنے والوں سے لوگوں کو آگاہ کریں اور خود ان کے اندر اصلاح کرنے کی کوش کریں اور خارجیت کے فتنوں اور مفاسد سے لوگوں کے اندر آگاہی پیدا کریں۔

10-نماز پڑھانے سے پہلے صفیں درست کرائیں اور مقتدیوں کو تربیت دیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے پہلے کیا کرتے تھے، کیونکہ صف کی درستگی نماز کی درستگی ہے اور صف کو سیدھا کرنا نماز کے حسن میں سے ہے، اور صفوں کا ٹیڑھا پن باہمی پھوٹ، دلوں کے اختلاف اور باطنی کدورت کا موجب ہے چند دلائل ملاحظہ ہوں:

- حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو برابر کرو، بلاشبہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے قائم کرنے میں سے ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان باب إقامۃ الصف من تمام الصلاۃ ح: 723، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ح:433)

- ایک دوسری حدیث کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”صفوں کو سیدھا کرو، کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کے حسن میں سے ہے“۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان باب اقامۃ الصف من تمام الصلاۃ ح:722، صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہا ح:435)

- اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو (ایسا) برابر کرتے گویا ان کے ساتھ تیروں کو برابر کرتے ہوں، یہاں تک کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صفوں کا سیدھا کرنا سمجھ لیا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جماعت کے لئے) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہنے کو تھے کہ ایک شخص کو دیکھا اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر اور سیدھا کرو ورنہ اللہ تم میں اختلاف ڈال

دے گا''۔(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف واقامتہاح:436)

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو اور صفوں کے درمیان نزدیکی کرو اور گردنیں برابر کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تحقیق کی میں شیطان دیکھتا ہوں جو صف کے شگافوں میں داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ بکری کا سیاہ بچہ ہو''۔(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف ح:667)

- حضرت انس ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''صفوں کو سیدھا کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں (یہ آپ کا معجزہ تھا) انس کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص (صفوں میں) اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا''۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب اِلزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف، ح:725)

- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کے اندر آتے ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے، اور فرماتے: آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل بھی مختلف ہو جائیں گے، اور فرماتے تھے، تحقیق اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر اپنی رحمت بھیجتا ہے، اور فرشتے ان کے لئے (رحمت کی) دعا کرتے ہیں۔(سنن ابی داؤ کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف ح:664)

۱۱۔نماز کو اعتدال، اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھائیں کیونکہ اعتدال واطمینان نماز کے رکن ہیں، ایسا نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ﴾ [البقرة:43]

''نماز قائم کرو''، اور اقامت صلاۃ کی تفسیر اکثر مفسرین نے نماز کو جماعت کے ساتھ اوقات مقررہ پر اس کا اہتمام کرنے، ارکان صلاۃ (قراءت، رکوع، قومہ، وسجود وغیرہ) میں اعتدال اور اطمینان قائم کرنے اور اس میں خضوع وخشوع اختیار کرنے سے کی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"إِقَامَةُ الصَّلَاةِ إِتْمَامُ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ والتلاوة والخشوع والإقبال عَلَيهَا فِيْهَا" ''یعنی اقامت صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ رکوع وسجود کو پورا پورا ادا کیا جائے، تلاوت کی جائے، خشوع وخضوع اور پوری پوری توجہ کے ساتھ نماز ادا کی جائے''۔

اور قتادہ کہتے ہیں:''اقامت صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے اوقات، وضوء، رکوع اور سجود کی حفاظت کی جائے''۔

مقاتل بن حیان فرماتے ہیں:''اقامت صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اوقات کی حفاظت کی جائے، مکمل طہارت کا اہتمام کیا جائے، رکوع وسجود پورے کئے جائیں، نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، تشہد میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو یہ ہے اقامت صلاۃ''۔(تفسیر ابن کثیر:168/1)

(2) اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے اس شخص نے نماز پڑھی (اور رکوع سجود، قومے اور جلسے کی رعایت نہ کی اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا (وعلیکم السلام) واپس جا پھر نماز پڑھ، اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی، وہ گیا، پھر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی) پھر آیا سلام کیا، آپ نے پھر فرمایا (وعلیکم السلام) جا پھر نماز پڑھ۔ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔اس کے شخص نے تیسری بار یا چوتھی بار (بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد کہا: آپ مجھے (نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ) سکھا دیں تو آپ نے فرمایا: جب تو نماز کے

ارادے سے اٹھے تو خوب اچھی طرح وضو کرے پھر قبلہ رخ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہہ پھر قرآن مجید میں سے جو تیرے لئے یاد ہو پڑھ، پھر رکوع کر، یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع (پورا) کر، پھر (رکوع سے) سر اٹھا یہاں تک کہ (قومہ میں) سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (مکمل) کر، پھر اطمینان سے اپنا سر اٹھا اور جلسہ میں بیٹھ جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (پورا) کر پھر (سجدے سے) اپنا سر اٹھا اور (دوسری رکعت کے لئے) سیدھا کھڑا ہو جا، پھر اس طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔(صحیح بخاری، ح:793،صحیح مسلم، ح:397)

اس حدیث میں جس نمازی کا ذکر ہے وہ رکوع اور سجود بہت جلدی جلدی کرتا تھا، قومہ اور جلسہ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر نہیں کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ہر بارا سے فرمایا پھر سے نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں، آپ نے ان ارکان کی ادائیگی میں عدم اطمینان کو نماز کے باطل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

12۔تکبیر تحریمہ کے بعد لوگوں کو ثناء پڑھنے کا وقت دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قراءت شروع کرنے کے درمیان تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے۔(بخاری کتاب الاذان باب مایقول بعد التکبیر ح:744،صحیح مسلم تاب الصلاۃ باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ ح:598)

13۔سورۃ فاتحہ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں تاکہ مقتدی بھی پڑھ سکیں، رسول کریم ﷺ سورۃ فاتحہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے۔(سنن أبی داؤد کتاب الحروف والقراءات ح:4001،مسند احمد مخرجاح: 25526،کتاب القراءۃ للبیہقی ص:55-69)

14۔جہری نماز میں اتنی آواز میں قراءت کریں کہ مقتدی سن سکیں، کیونکہ بلند قراءت کا مطلب ہی یہی ہے۔

15۔جہری نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد امام اتنی بلند آواز سے آمین کہیں کہ مقتدی سن سکیں، ارشاد نبوی ہے:

"إذا أمن الإمام، فَأَمِّنُوا" جب امام آمین کہے تو آمین کہو، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب جہر الامام بالتامین ح:78،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتامین ح:410)

16۔نماز کامل اور مختصر پڑھائیں، کمزوروں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھیں، اتنی لمبی نہ کریں کہ مقتدی اکتا جائیں، اور نماز چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں، ایسا کرنے پر نبی کریم ﷺ نے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، اور اس سے روکا اور منع کیا ہے۔

- حضرت انس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کی سی بہت ہی ہلکی اور بہت کامل نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی ح:708،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ ح:469)
- ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کی امامت کروائے تو مختصر امامت کروائے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند ہوتے ہیں''۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب من شکا إمامہ إذا طول، ح:704،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ ح:469)
- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی کہ جب تم لوگوں کی امامت کرو تو ان کو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، مریض، کمزور اور کام کاج کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، اور جب اکیلے نماز پڑھو تو جس قدر چاہے لمبی پڑھو۔(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ ح:468)

لیکن نماز اس قدر مختصر بھی نہ کریں کہ مقتدی صحیح طرح سے رکوع و سجود نہ کر سکیں اور دعائیں نہ پڑھ سکیں کیونکہ رسول اللہ نے ارکان صلاۃ میں اطمینان نہ کرنے والے شخص سے کہا تھا: "ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ".

''جا نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی''۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب أمر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ ح: 793،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب القراۃ الفاتحۃ فی الصلاۃ ح:397)

- حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی وعظ میں اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا (لمبی نماز پڑھانے والوں پر) اس دن دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) لوگوں کو نفرت دلانے والے نہ ہو، (سنو!) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ اس لئے کہ ان (مقتدیوں) میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب تخفیف الامام فی القیام ح: 702،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ ح:466)

- ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے لوگوں کو لمبی نماز پڑھا دی تو نبی کریم ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے اور ان کو بلا کر ڈانٹ پلائی اور متنبہ کرتے ہوئے کہا:

''اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دو گے''۔(صحیح مسلم کتاب الصلاہ باب القرآۃ فی العشاء ح:465)

17۔کوئی مسئلہ پیش آنے پر نماز کو مختصر کر دیں، رسول ﷺ بچوں کے رونے کی وجہ سے بھی نماز مختصر کر دیتے حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نماز لمبی کرنے کے ارادے سے نماز میں داخل ہوتا ہوں پھر (عورتوں کی صف میں) بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز ہلکی کر دیتا ہوں کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو تکلیف ہوگی''۔(صحیح بخاری کتاب الاذان باب من أخف الصلاۃ عن بکاء الصبی - ح: 707،صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب - امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ ح:470)

18۔اماموں کو چاہئے کہ خطبہ جمعہ مختصر مگر جامع دیں، یہی نبوی طریقہ رہا ہے، حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا تو آپ کی نماز اور خطبہ درمیانی ہوا کرتا تھا''۔(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ ح:866)

ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کا لمبی نماز پڑھانا اور خطبہ مختصر دینا اس کی عقلمندی کی دلیل ہے، لہٰذا نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر دو، اور بیشک بعض بیان جادو ہوتے ہیں''۔(صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ ح: 869)

ان کے علاوہ اور بھی امور ہیں جن پر توجہ دینا اماموں کے لئے لازم اور ضروری ہے مثلاً انہیں چاہئے کہ اللہ کے بندوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلائیں، انہیں اپنے خالق حقیقی سے رشتہ استوار کرنے، نیز انسانی حقوق و فرائض کو ادا کرنے کی تلقین وترغیب کریں، خاص طور سے موجودہ دور میں جبکہ فرقہ وارانہ منافرت عام ہے، تشدد و اشتعال انگیزی، بات بات پر قتل وخون ریزی معمول کا واقعہ بن گیا ہے، دہشت گردی اپنے عروج پر ہے انسان اپنوں جیسے انسانوں کے درمیان اجنبی بنا ہوا ہے، اور خوف وڈر میں مبتلا ہے ائمہ کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں، انھیں چاہئے کہ وہ اپنی دینی و ایمانی بصیرت اور خدا داد حکمت ودانائی کے ذریعہ راہ کتاب وسنت اور منہج سلف کو واضح کر کے ملک و معاشرہ میں اعلیٰ اخلاق و کردار کی آبیاری کریں، سماج و معاشرہ میں امن وآشتی، الفت ومحبت، بھائی چارہ، قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی جوت جگائیں تاکہ یہ سماج ومعاشرہ ایک بہترین معاشرہ بن سکے، انسانیت چین وسکون کی سانس لے سکے، اور برائیاں یکلخت ختم ہو جائیں، نفرت و عداوت مٹ جائے، اللہ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

تبلیغ و دعوت

دعوت الی اللہ کی اہمیت

شیخ رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی (مدرس: مرکز الامام البخاری: تلولی)

اللہ تعالی نے ساری انسانیت کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اور وہ مقصد ہے انسان اللہ تعالی کی عبادت کرے ،شرک سے بچے اور توحید کو اپنائے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات:۵۶]

ترجمہ: اور میں نے انسانوں اور جناتوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

گویا انسان کے لئے کھانا، پینا اور کپڑا وغیرہ سب ضروری ہے پر ان تمام کے مقابلے اللہ تعالی کی عبادت زیادہ ضروری ہے، یہ زیادہ اہم ہے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالی کی عبادت میں گزرے اور اس عبادت کا مکلف ساری انسانیت ہے۔

لیکن اس عمومی مقصد کے علاوہ ایک خصوصی مقصد بھی ہے جس کا مکلف صرف امت مسلمہ ہے، اس امت پر اللہ تعالی نے ایک ذمہ داری یہ بھی عائد کیا ہے کہ یہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لائے ،لوگوں کی اصلاح کرے ،بگڑے کو راستہ دکھائے۔

یہ کام سب سے پہلے نبیوں نے انجام دیا کیوں کہ اللہ تعالی نے اسی کام کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا اور سارے نبیوں نے اللہ تعالی کا پیغام بطور امانت عوام تک پہونچایا، چونکہ انسان پیدائشی طور پر لاعلم ہے، اسے یہ نہیں معلوم کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [النحل:۷۸]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو اور جو کچھ اسے معلوم ہے وہ اللہ تعالی ہی نے اسے بتایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [العلق:۵]

ترجمہ: جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

گویا پیدائشی طور پر انسان کسی بھی چیز کی اچھائی یا برائی جاننے سے لاعلم ہے، اسے کچھ نہیں معلوم ہے اور جو کچھ وہ جانتا ہے وہ سب اللہ کا بتایا ہوا ہے اور اللہ نے ہمیں اپنی بات نبیوں کے ذریعہ بتایا کیوں کہ اللہ تعالی براہ راست کسی سے بات نہیں کرتا ہے بلکہ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء و رسل تک اپنا پیغام پہونچاتا ہے اور انبیاء وہی پیغام لوگوں کو سناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ [النساء:۱۶۵]

ترجمہ: ہم نے انہیں رسول بنایا، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔

لیکن اب نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے، سلسلہ نبوت کی آخری کڑی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اب کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں ہے، اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخاطب کرکے فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت کے لقب سے سرفراز کیا ہے پر اس شرط کے ساتھ کہ یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کرے اور غلط راستے سے روکے، اگر امت مسلمہ طاقت رکھتے ہوئے یہ ذمہ داری نہ نبھائے تو وہ خیر امت ہونے کا حق دار نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری امت مسلمہ پر کیوں عائد کی؟ اس کی ایک وجہ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [یونس:۲۵]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلامتی والے گھر کی طرف بلایا ہے جو کہ کامیاب لوگوں کی جگہ ہے اور اس گھر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں کسی ارضی یا سماوی آفت کے آپڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور نہ ہی وہاں موت کا خطرہ ہے، وہاں امن وامان ہے، چین وسکون ہے۔

نیز یہ بات اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کہنے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا:

﴿وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الحج:۶۷]

ترجمہ: آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلایئے یقیناً آپ ٹھیک ہدایت ہی پر ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ کسی کو نہ دیتا تو آنے والی نسلوں کے لئے مسئلہ کھڑا ہوجاتا، پھر انہیں سیدھی راہ کی رہنمائی نہ ہو پاتی اور چونکہ یہ ایک بھاری کام ہے، اسی لئے مزید ترغیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے تئیں کچھ انعام رکھ دیا ہے یعنی اسی کام کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خیر امت کے نام سے یاد کیا ہے تاکہ امت مسلمہ اس کام میں دلچسپی لے اور انعامات الٰہیہ کو یاد کرکے اس فریضے کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

اور نبیوں کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دنیا میں

بحیثیت داعی مبعوث ہوئے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾ [الاحزاب:۴۵-۴۶]

ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو گواہیاں دینے والا، خوشخبری سنانے والا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

اپنی حیثیت اور ذمہ داری کا نبی ﷺ نے پورا پورا خیال کیا، جب کوئی آپ کی بات نہیں مانتا تو آپ پریشان رہتے، کبیدہ خاطر ہو جاتے، آپ کی اسی رنجیدگی و پریشانی کو دیکھ کر آسمان سے آنے والی وحی کو کہنا پڑا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَـٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَـٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَـٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکہف:۶]

ترجمہ: اگر یہ لوگ اس حدیث پر ایمان نہیں لائیں گے تو لگتا ہے کہ آپ افسوس کے مارے اپنے آپ کو ہلاک و برباد کر لیں گے۔

یہ احساس ذمہ داری ہی تھی کہ آپ ﷺ کو سرزمین طائف میں خطرناک تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا جیسا کہ عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ: کیا یوم احد سے بھی سخت دن آپ ﷺ پر آیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم کی جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے اٹھائی وہ عقبہ کے دن تھی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تو اس نے میری خواہش کو پورا نہیں کیا پھر میں رنجیدہ ہو کر سیدھا چلا ابھی میں ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن الثعالب میں پہنچا میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا میں نے جو دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا ہے، اب پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ ایسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا پھر کہا کہ اے محمد ﷺ! یہ سب کچھ آپ ﷺ کی مرضی ہے اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں اخشبین نامی دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں گے۔ (صحیح بخاری:۳۲۳۱، صحیح مسلم:۱۷۹۵)

یہ فکرمندی ہی کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

"إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا، فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَهُمْ يَقْتَحِمُونَ فِيهَا". (صحیح بخاری:۶۴۸۳)

ترجمہ: یقیناً میری اور لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو آگ جلائے، جب وہ روشن ہو جائے تو یہ پتنگے اور چوپائے جو

آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنے لگیں اور آگ والا انہیں بچانے لگا لیکن پروانے وہ اس پر غالب آگئے اور اس آگ میں گرتے رہے اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ کر تمہیں آگ سے نکالتا ہوں اور لوگ اس میں گرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ کا مرقع تھی حتی کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی دعوت وتبلیغ میں لگے رہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

''جب رسول اللہ ﷺ کو (وفات کی) بیماری لاحق ہوئی، تو آپ ﷺ اپنی چادر بار بار اپنے منہ پر ڈالتے تھے، جب اس سے آپ ﷺ کو گرمی معلوم ہوتی تو اس کو اپنے چہرے سے ہٹا دیتے، اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود ونصاری پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، آپ ان کے افعال سے منع فرماتے تھے''۔ (صحیح بخاری: ۴۳۵، صحیح مسلم: ۵۳۱)

اور چونکہ ہم آپ ﷺ کے امتی ہیں اور ہمیں آپ ﷺ کے امتی ہونے کا فخر بھی ہے اس لئے ہم پر آپ ﷺ کی اتباع لازم قرار پاتی ہے اور آپ ﷺ کی اتباع میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں اور ہم ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے پر ہمیں خصوصا اس چیز پر بھی دھیان دینا ہوگا جس پر آپ ﷺ نے پوری زندگی دھیان دیا اور پوری زندگی جس کا خیال رکھا ہو۔

اور آپ ﷺ نے جیسے یہ ذمہ داری ادا کی ہے ہمیں اسی ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا ہوگا آپ ﷺ نے علم وبصیرت، دلائل وبراہین اور حکمت ومصلحت کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلایا ہے جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ [یوسف: ۱۰۸]

ترجمہ: کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں (تمہیں) اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں، میں اور وہ جس نے بھی میری پیروی کی، اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔

پتہ چلا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو علم وبصیرت یعنی دلائل وبراہین اور حکمت ومصلحت کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف بلایا ہے، لہٰذا ہم بھی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے سے پہلے دلائل وبراہین اور حکمت ومصلحت کا خیال رکھیں تاکہ ہماری دعوت ایک تو سنت نبی ﷺ سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہو۔

ہمارے مابین کچھ ایسے لوگ ہیں جو دعوت وتبلیغ کا کام کرنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر دشمنان اسلام کا کوئی حملہ ہو جائے، ہمیں کوئی اس کام کے تئیں پریشان کرے یا ہمیں جیل کے اندر ڈال دیا جائے، اگر ہمارے دل ودماغ میں ایسی کوئی بات ہے تو ہمیں یہ چیز اپنے دل ودماغ سے نکال دینا چاہئے کیوں کہ ایسے لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری کا اعلان اللہ تعالی نے بہت پہلے کردیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو خطاب کرکے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ

مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [المائدۃ:٦٧]

ترجمہ:اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے،اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت کا حق ادا نہیں کی،اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا،بیشک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

مذکورہ آیت میں رسول گرامی ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالی نے جو پیغام دیا ہے اسے لوگوں تک پہونچایئے کیوں کہ آپ رسول ہیں،آپ کو اللہ تعالی نے رسالت کا مقام عطا کیا ہے اور مقام رسالت کا سب سے اہم حصہ یہی ہے کہ اللہ کا پیغام دوسروں تک پہونچایا جائے،اگر آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہونچایا،دوسروں کو احکام الٰہی سے متعارف نہیں کرایا تو یادرکھنا آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا آپ نبوت و رسالت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوئے اور دیکھئے اگر آپ کو کوئی خوف ہے،لعنت و ملامت کا ڈر ہے تو یہ جان لو اللہ آپ کی حفاظت کرے گا،اللہ تعالی لوگوں کے مقابلے آپ کی مدد کرے گا،آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا،آپ کو جو ذمہ داری دی گئی ہے اسے ادا کیجئے۔

اور اللہ تعالی نے اپنا کیا ہوا یہ وعدہ پورا بھی کیا جیسا کتب سیر و تواریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں مثلا ایک بار پھر ابوجہل نبی ﷺ کو مارنے کی غرض سے آیا چونکہ اسے اسی بات کا قلق تھا کہ محمد ﷺ ہمارے معبودوں کو برا کہہ کر ان کی مذمت کرتے ہیں،لہٰذا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں ایک دن بھاری بھر کم پتھر لوں گا اور تاک میں بیٹھا رہوں گا،جب نبی ﷺ دوران نماز سجدے میں جائیں گے تو ان کے سر پر گرا کر انہیں ہلاک کردوں گا،یہ سننا تھا کہ اس کی قوم اس کا ساتھ دینے کو تیار ہوگئی حتی کہ وہ دن بھی آیا کہ صبح کی نماز سے پہلے وہ پتھر لے کے بیٹھ گیا اور حسب معمول نبی ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے اور نماز میں مشغول ہو گئے،اب ابوجہل اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے لئے آگے بڑھا اور اس کی قوم اسے دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کرتا ہے،اچانک اس کی قوم نے دیکھا کہ ابوجہل الٹے پاؤں پیچھے آرہا ہے،پوچھا کیا ہوا؟ بولا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک ایسا اونٹ آگیا جس کی کھوپڑی،دانت اور گردن الگ طرح کی تھی،رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے،اگر ابوجہل مجھے مارنے کی کوشش کرتا تو وہ خود ہلاک و برباد ہوجاتا۔(تجلیات نبوت:۷۲)

اسی دعوت توحید ہی کے نتیجے میں آپ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زہر آلود گوشت کھلایا گیا جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ". (سنن أبي داود:۴۵۱۲)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیتے لیکن صدقہ نہیں کھایا کرتے تھے۔

بعض سندوں میں یہ اضافہ ہے کہ:

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ ﷺ کو ایک بکری ہدیہ کی جو بھونی گئی تھی اور اس نے اسے زہر آلود کردیا تھا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے بھی اس سے کھایا،آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ کھینچ لو اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ زہر

آلود ہے پھر (اس کی وجہ سے) بشر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس یہودن کو بلوایا (اور پوچھا) تجھے اس کارستانی پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو میرے اس کام سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں لوگوں کو آپ سے راحت پہنچا سکوں گی، تب رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا پھر آپ ﷺ نے اپنی اس تکلیف کے متعلق بتایا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی کہ "میں ان لقموں کو وجہ سے جو میں نے خیبر میں کھائے تھے ہمیشہ تکلیف میں رہا ہوں اور اب یہ وقت آ گیا ہے کہ اس نے میری شاہ رگ کاٹ دی ہے۔(سنن أبی داوٗد: ۴۵۱۲)

اسی دعوت توحید ہی کے نتیجے میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ:

وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی میں شریک تھے، ایک ایسے جنگل میں جہاں ببول کے درخت بکثرت تھے، قیلولہ کا وقت ہو گیا، تمام صحابہ سائے کی تلاش میں (پوری وادی میں متفرق درختوں کے نیچے) پھیل گئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا، آپ ﷺ نے تلوار (درخت کے تنے سے) لٹکا دی تھی اور سو گئے تھے، جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس ایک اجنبی موجود تھا، اس اجنبی نے کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ پھر نبی کریم ﷺ نے آواز دی اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور مجھ سے کہنے لگا تھا کہ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکے گا؟ میں نے کہا اللہ (اس پر وہ شخص خود ہی دہشت زدہ ہو گیا) اور تلوار نیام میں کر لی، اب یہ بیٹھا ہوا ہے، آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی تھی۔(صحیح بخاری: ۲۹۱۳)

یہ ساری مصیبتیں آپ ﷺ پر اسی دعوت وتبلیغ ہی کے نتیجے میں آئیں تھیں لیکن ہر ایک پر اللہ تعالی نے آپ کی مدد کی اور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا، اب آج جبکہ نبی ﷺ ہمارے مابین نہیں ہیں اور دعوتی فریضہ آپ کی امت انجام دے رہی ہے تو اللہ تعالی اس امت کی بھی مدد کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے ایک مقام پر فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ۷]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

مذکورہ آیت میں اللہ کی مدد کرنے کا مطلب اللہ کے دین کی ترویج واشاعت اور تبلیغ ہے، اس کے دینی احکام پر عمل کرنا ہے، یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے یعنی انہیں کافروں پر فتح وغلبہ عطا کرتا ہے، گویا اس دین کی تبلیغ کرنے میں اللہ تعالی کی مدد ضرور شامل حال ہوتی ہے۔

اللہ تعالی ہمیں یہ ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

فقہ وفتاویٰ

وسیلہ کا حکم اور اسکی صورتیں

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی (مدیر مجلہ الجماعۃ، ممبئی)

سوال: وسیلہ کسے کہتے ہیں اور اس کی جائز صورتیں کیا کیا ہیں اور کون سا وسیلہ حرام اور ناجائز ہے واضح فرمائیں؟

جواب: وسیلہ عربی زبان میں قربت حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے علمائے لغت نے توسل اور وسیلہ کی تعریف یوں کی ہے کہ کسی چیز کے ذریعے اور واسطے کسی چیز کی قربت حاصل کرنا جیسے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی قربت اپنے کسی خاص عمل یا مخصوص ہدیہ اور قرابت کے ذریعے حاصل کرے تاکہ اس کا کوئی کام ہو جائے۔

اصطلاح میں توسل یا وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ اوامر کی اتباع اور محرمات سے اجتناب کے ذریعے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنا۔ وسیلہ چونکہ عمومی طور پر دعا وغیرہ میں زیادہ مستعمل ہے اس لیے علمائے سلف نے دعا کے بارے میں وسیلے کا مفہوم ومعنی بھی مقرر کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی دعاؤں میں ایسی چیزوں کا ذکر کرے جو دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہوں یا کسی نیک آدمی سے اپنے حق میں دعا کرنے کا وسیلہ پکڑے۔

وسیلہ کی قسمیں: وسیلہ کی دو قسمیں ہیں جن کے تفصیلی ذکر سے اس کی جائز اور ناجائز صورتیں ان شاء اللہ واضح ہو جائیں گی۔

* 1۔ توسل مشروع یعنی شرعی اور جائز وسیلہ
* 2۔ توسل ممنوع یعنی غیر شرعی وناجائز وسیلہ

توسل مشروع یعنی شرعی وسیلہ: وسیلے کی وہ جائز صورتیں ہیں جن کے ذریعے وسیلہ پکڑنا قرآن اور حدیث میں درست ہے اور انہی صورتوں کو اللہ سے تقرب حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یہ صورتیں درج ذیل ہیں:

1: اللہ تعالی کے اسمائے حسنی اور صفات عالیہ کے ذریعے وسیلہ پکڑنا یعنی اللہ کا تقرب حاصل کرنا جس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا﴾ [الاعراف: 111] ''کہ اللہ تعالی کے بہترین نام ہیں تم انہی کے واسطے دعا کرو''۔

چنانچہ ایک مومن آدمی اللہ کے ناموں کے ذریعے اور اس طرح اللہ کے صفات کے واسطے سے مغفرت، کشادگی رزق اور دنیا وآخرت کی بھلائی اور دیگر چیزوں کے لیے دعا کر سکتا ہے جیسے یہ کہے کہ اللہ تعالی میں تیرے اسمائے حسنی اور صفات عالیہ کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں، دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے، میرے رزق کو کشادہ کر دے وغیرہ وغیرہ۔

2: دعا شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالی کی حمد بیان کرنا اور نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجنا بھی دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے جیسا کہ حضرت فضالہ ابن عبید رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنی دعا کو اللہ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر صلوۃ وسلام کے بغیر شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کی دعا کو سن کر فرمایا کہ: ''**عجل هذا**'' اس نے بڑی جلدی سے کام لیا اور پھر اس آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ: ''**إذا صلى احدكم فليبدأ بتحميد الله والثناء عليه ثم ليصل علي النبى ثم ليدع ماشاء**''. جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو چاہیے کہ اللہ کی حمد وثنا اور نبی ﷺ پر درود وسلام سے شروع کرے اور پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

اور ایک دوسرے آدمی کو آپ ﷺ نے سنا کہ وہ دعا کرنے

سے پہلے اللہ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیج رہا ہے تو آپ نے فرمایا: کہ دعا کرو قبول کیا جائے گا اور مانگو دیا جائے گا۔(ترمذی: 3477،ابوداؤد:131)

اللہ کی حمد وثنا کے ذریعے اور واسطے دعا کرنا تو انبیاء کرام کا شیوہ رہا ہے حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام نے تو لا الہ الا انت سبحانك جیسے حمد کے عمدہ کلمات کے واسطے سے اللہ تعالی سے دعا کیا تھا جو کہ شرف قبولیت کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

3: وعدہ الہی کے واسطے اللہ تعالی سے دعا کرنا جیسے کوئی مومن یہ کہے کہ اللہ تعالی تو نے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو میری دعا قبول فرمالے قرآن مجید میں ہے...کہ اے بار الہ جو کچھ تو نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے اسے مجھے عطا فرمادے۔

4: اللہ تعالی کے افعال کے واسطے دعا کرنا جیسے کوئی آدمی کہے بار الہا تو نے غزوہ بدر میں نبی ﷺ کو کافروں پر غالب کیا تھا ہمیں بھی کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

5: نیک اعمال کے واسطے اللہ تعالی سے دعا کرنا چاہے اس کا تعلق قلبی عبادت سے ہو یا فعلی عبادت سے ہو یا قولی عبادت سے ہو قرآن مجید میں ایمان کے واسطے دعا کرنے کا ذکر موجود ہے اللہ تعالی نے فرمایا کہ...میرے بندوں میں سے کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم نے ایمان قبول کیا ہے بس تو ہماری مغفرت فرما دے اور ہم پر رحم فرما (المومن: 109) اور جیسا کہ غار والوں کے واقعے سے ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نیک اعمال کے واسطے غار کے چٹان کھلنے کے لیے اللہ تعالی سے دعا کیا پہلے آدمی نے والدین کے ساتھ اپنے نیک عمل اور حسن سلوک کے ذریعے دوسرے آدمی نے مزدور کی کامل اجرت اور مزدوری جیسے عمدہ عمل کے واسطے اور تیسرے نے معصیت اور گناہ کبیرہ سے بچنے کا واسطہ دے کر کے اللہ تعالی سے دعا کیا اور ان کی دعا قبول ہوئی۔

چنانچہ ایک مومن آدمی اپنے ایمان اور نیک اعمال نماز روزہ حج اور دیگر نیک کاموں کے واسطے اور اسی طرح برائی کو چھوڑنے اور معصیت کو ترک کرنے کے واسطے دعا کرسکتا ہے۔

6: اپنی حالت یعنی عاجزی فقر ومحتاجگی کا واسطہ دے کر اللہ تعالی سے دعا کرنا جیسے کوئی مومن آدمی یہ کہے کہ اللہ تعالی میں گنہگار ہوں مجھے معاف فرمادے، میں کمزور ہوں مجھے جہنم کے عذاب سے نجات دے دے قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی فقر اور محتاجگی اور بھلائی کی ضرورت کے واسطے اللہ تعالی سے دعائے خیر کی...اے میرے رب جو کچھ تو نے بھلائی میری جانب نازل کیا ہے میں اس کا محتاج ہوں (القصص:24)

اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ...اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں بخشا نہیں اور رحم نہیں کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہوجائیں گے(اعراف:23)

7: نیک اور صالح آدمی سے اس کی زندگی میں دعا کروانا اس امید سے کہ اللہ ان کی دعا قبول کرلے گا جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے چچا عباس کے واسطے نزول باراں کے لیے دعا کرنے کو کہا اس طرح کا وسیلہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹوں نے اپنے ابا سے دعا کرنے کے لیے کہا فرمان باری ہے:...کہ اے ہمارے ابا ہمارے گناہوں کے لیے آپ مغفرت طلب کیجئے ہم تو خطا کار ہیں۔

توسل ممنوع: ایسا وسیلہ جنکا پکڑنا شرعا درست نہیں اور یہ وہ وسیلے ہیں جن کے صحیح ہونے کی دلیل نہ ہو اور وہ قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں تو ایسے وسیلے حرام اور ناجائز ہیں اور دین میں بدعت اور گمراہی ہیں جیسے کہ کسی نبی یا ولی کے جاہ اور مرتبے کے واسطے یا اس کی قبر کے واسطے دعا کرنا یا اس کے حق کے واسطے دعا کرنا تو یہ سب حرام اور ناجائز ہیں نہ تو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے فتاوی ابن تیمیہ 1/22-27-83-85-133)

آئینۂ جمعیت و جماعت

جمعیت کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیاں

ادارہ

تعلیمی بیداری کانفرنس وتشجیعی انعامی مقابلہ:

قوموں کے عروج میں تعلیم کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔کسی بھی قوم کا مستقبل سنوارنے میں اس کا تعلیمی رجحان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔تعلیمی بیداری ہی انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتی ہے۔مگر افسوس کہ محسن انسانیت، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر اترنے والی ابتدائی آیت ''اِقرأ'' تھی، وہ قوم تعلیمی طور پر انتہائی پسماندگی کا شکار ہے۔

انہی حالات کے پیش نظر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ اور دیگر اراکین جمعیت نے مسلم طلبہ میں تعلیمی رجحان کو فروغ دینے ،اس کے تئیں بیداری پیدا کرنے اور ریاست مہاراشٹرا کی سطح پر مکاتب، مدارس اور جامعات میں زیر تعلیم طلبہ کی کوششوں کو مہمیز لگانے، ان میں مسابقت و منافست کی روح پھونکنے نیز ان کی تشجیع اور حوصلہ افزائی کے لئے جمعیت کے زیر سرپرستی ایک تعلیمی انعامی مقابلہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا، جو الحمدللہ ۱۹-۲۰/اگست ۲۰۲۳ء بروز سنیچر و اتوار بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر، کرلا، ممبئی منعقد کیا گیا۔اللہ کے فضل وکرم سے یہ تعلیمی مسابقہ اپنی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

جمعیت نے اس مسابقہ میں کامیاب طلبہ کی ہمت افزائی کے لیے ایک عظیم الشان کانفرنس بعنوان ''تعلیمی بیداری کانفرنس وتشجیعی انعامی پروگرام'' بتاریخ ۲۷/اگست ۲۰۲۳ء بمقام: حج ہاؤس، پلٹن روڈ، ممبئی منعقد کیا۔جس میں تعلیمی انعامی مقابلے میں شریک ممتاز طلبہ کے درمیان گرانقدر نقد انعامات تقسیم کیے گئے نیز انہیں شیلڈ اور توصیفی اسناد اور دیگر انعامات سے بھی نوازا گیا نیز دیگر کامیاب طلبہ کو بھی تشجیعی انعامات سے نوازا گیا۔

اس کانفرنس میں عوام الناس اور طلبۂ علم کے علاوہ ملک وبیرون ملک سے کہنہ مشق علماء کرام نیز بڑی تعداد میں تعلیمی، ملی، سیاسی، سماجی شخصیات نے شرکت کی۔کانفرنس میں ان کے مختصر قیمتی خطابات اور تاثرات بھی ہوئے۔

پروگرام کی صدارت امیر جمعیت شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ نے کی جبکہ نظامت کے فرائض شیخ عبدالحکیم مدنی اور شیخ عبدالرشید سلفی نے انجام دیئے۔علماء کرام کے خطابات اور تاثرات کے بعد سعودی سفارت خانہ دہلی سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالصمد الکاتب رحفظہ اللہ نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ ہم اس مجلس میں ''کتاب التوحید'' اور ''حفظِ قرآن کریم'' کی نسبت سے حاضر ہوئے ہیں۔حالیہ دنوں مملکت سعودیہ عربیہ میں بھی عالمی مسابقۂ حفظِ قرآن جاری وساری ہے۔حفاظِ قرآن تو بہت ہیں مگر ایسے حفاظ کی تعداد کم ہے جو قرآن کے حفظ کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔گناہوں کی کثرت حافظہ کو کمزور بناتی ہے۔مراجعہ ،فہم اور تطبیق کے ذریعہ حفظِ قرآن

کومضبوط کیا جاسکتا ہے۔میرے لئے اس تعلیمی بیداری کانفرنس وتشجیعی انعامی پروگرام میں شرکت بیحد خوشی ومسرت کا باعث ہے۔دینی بھائیو! قرآن کریم کا حفظ یقیناً ایک مبارک عمل ہے، لیکن اس سے بھی اہم ایک حافظ قرآن کے لئے یہ ہے کہ وہ اسے برابر پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے بھولے نہیں، نیز اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ جوقرآن کریم حفظ کیا ہے اس کے مطابق عمل پیرا ہو کیونکہ یہی مطلوب شریعت ہے۔

بعدہ سعودی سفارت خانہ دہلی کے دوسرے موقر اور خصوصی مہمان فضیلۃ الشیخ بدر بن ناصر بن غانم العنزی رحفظہ اللہ نے اپنے خطاب میں فرمایا: اللہ کے شکر واحسان کے بعد میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کو اس انعامی مسابقے کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔بعدہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ سعودی عرب کا قرآن مجید سے بڑا گہرا ربط ہے اور قرآن کے تئیں سعودی عرب کی خدمات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ چنانچہ ''شاہ فہد کمپلیکس برائے طباعت قرآن'' سے اب تک تقریباً ۳۰۰ر ملین سے زیادہ قرآن مجید کے نسخے دنیا کی مختلف زبانوں میں چھپ کر مفت تقسیم کئے جاچکے ہیں۔فَلِلّٰہِ الْحَمْد وَالمِنَّة.

قرآن اسلام کی صورت میں دنیا کے تمام لوگوں کو اعتدال کا پیغام دیتا ہے اور دہشت گردانہ فسادی کاموں سے بچنے اور امن وامان قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔دنیا کے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کی حقیقی نمائندگی کریں، جو اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب ہم قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزاریں اور ہمیشہ اسی پر کاربند رہیں۔

یہ انعامی مسابقہ ان تمام لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑا انعام ہے جنہوں نے اس مسابقہ میں حصہ لیا ہے۔ کہ اس کی بدولت قرآن مجید کے اعادہ اور اسے اچھی طرح سینے میں محفوظ کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اس نعمت پر تمام لوگ بالخصوص وہ طلبہ جنہوں نے کامیابی حاصل کی ہے اللہ کا شکر بجالائیں اور اس قرآن ہی کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم کریں۔سعودی عرب کا منہج وسطیت اور سلفیت ہے۔

جماعت کے صف اول کے عالم دین ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی حفظہ اللہ (قطر) نے علم اور حصول علم کی اہمیت ومقام کے عنوان پر مختصر مگر جامع خطاب پیش کیا اور دوران خطاب پسماندہ حالات پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

علم باعث رفعت شان ہے، علم ہی سے قوموں کو ترقی وخوشحالی ملتی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کا جب تک قرآن پر عمل تھا، علم سے بہرہ ور تھے، پوری دنیا میں ان کی حکمرانی تھی۔مگر جب وہ علم اور قرآن سے دور ہوگئے تو وہی یورپ وامریکا و دیگر ممالک جہاں کے ذرے ذرے ان کے رفعت کی گواہی دیتے تھے وہاں کوئی مسلمانوں کا نام لینے والا نہ بچا۔زوال وانحطاط اس قوم کا مقدر بن گیا۔

شیخ عبداللہ سعود سلفی رحفظہ اللہ (ناظم جامعہ سلفیہ بنارس) نے اپنے مختصر تاثراتی کلمات میں حفظ قرآن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

شیخ محمد بن عبدالحمید رحمانی سنابلی مدنی رحفظہ اللہ (صدر مرکز ابوالکلام آزاد للتوعیۃ الاسلامیۃ، دہلی) نے اسلامی مدارس کا کردار کے موضوع پر نہایت جامع روشنی ڈالی، اور کہا کہ آج ذمہ داران جامعات ومدارس کو اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، تمام اہل علم کو متحد ہو کر شانہ بشانہ منہج سلف کی ترویج

واشاعت کی طرف آگے بڑھنا ہوگا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قرآن کریم کے تقاضوں کو پورا کریں، قرآن راہ ہدایت ہے، ہمیں قرآنی ہدایات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، قرآن کریم ہمیں بدگمانی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے، قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ جب دو گروہوں کے درمیان اختلاف ہوجائے تو ان دونوں کے مابین صلح کرادو، آج ہمیں مل جل کرآگے بڑھ کر دین حق کی خدمت کرنے کی ضرورت ہے۔ رب العالمین ہمیں قرآن کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ ابوزید ضمیر رحفظہ اللہ (داعی پونہ، مہاراشٹر) نے اپنے دلنشیں خطاب میں فرمایا کہ قرآن کریم کے تئیں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم قرآن پڑھیں، اسے سیکھیں، اسے اپنے سینوں میں محفوظ کریں، بعدہ بندگانِ رب کے درمیان اس کی تعلیم عام کریں، یہ اللہ کا پیغام ہے تاکہ ساری انسانیت کو باخبر کیا جائے کہ اللہ ایک ہے اور آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ یہ صرف عوام الناس کیلئے نہیں بلکہ عقل وشعور رکھنے والے علم والوں کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔

شیخ ظفرالحسن مدنی رحفظہ اللہ (شارجہ) نے حصول علم پر ابھارتے ہوئے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے ہی چلا آرہا ہے اور تا قیامت برقرار رہے گا، ان شاء اللہ۔

جناب محمود دریابادی رحفظہ اللہ (جنرل سکریٹری علماء کونسل) نے اپنے گرانقدر تاثراتی خطاب میں حفاظت قرآن کے وسائل وذرائع پر بہت عمدہ گفتگو کی۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے مشاہیر علماء کرام نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ مثلاً شیخ ارشد مختار محمدی صاحب (ڈائریکٹر جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں)، شیخ مطیع الرحمن مدنی صاحب (صدر جامعۃ الامام بخاری، بہار)، شیخ الطاف حسین فیضی صاحب (وکیل جامعہ رحمانیہ کاندیولی)، شیخ فیصل عبدالحکیم مدنی صاحب (وکیل جامعہ اسلامیہ کوسہ ممبرا)، اسی طرح شیخ انصار زبیر محمدی، شیخ شمیم فوزی مدنی، شیخ نثار احمد مدنی، شیخ مطیع الحق سلفی، شیخ خالد جمیل مکی، شیخ کفایت اللہ سنابلی ودیگر اساتذہ جامعات ومدارس اور مدرسین مکاتب وذمہ داران بھی کانفرنس میں جلوہ افروز تھے۔ خواتین کی بھی خاصی تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی اور اس سے استفادہ کیا۔

یہ پروگرام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے یوٹیوب چینل پر لائیو نشر کیا گیا، جسے دنیا کے مختلف گوشوں میں عوام وخواص نے دیکھا اور استفادہ کیا نیز اپنے تاثرات میں اس کی سراہنا کی۔

مقابلہ میں شریک طلبہ کے مابین تقسیم انعامات کا روح پرور منظر قابل دید تھا۔ ننھے ننھے بچوں نے علماء کے بدست اپنے انعامات حاصل کیا، خوشی ومسرت کے آثار ان کے چہروں پر جھلک رہے تھے، وہیں متعلقہ اداروں کے اساتذہ وذمہ داران نیز اُن کے سرپرستان بھی ان کی خوشیوں میں شامل ہوکر داد تحسین دے رہے تھے۔

یقیناً صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا یہ مبارک فیصلہ اور اقدام مکاتب و مدارس اور جامعات کے طلبہ میں مسابقت ومنافست کی روح پھونکنے میں سنگ میل ثابت ہوا ہے۔ اس کے اثرات تا دیر باقی رہیں گے، ان شاء اللہ۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے اس تعلیمی بیداری کانفرنس کے موقع پر عصری علوم میں بہترین کامیابی حاصل کرنے والے دو خوش نصیبوں کو بھی ان کی حوصلہ افزائی کے لئے گرانقدر انعامات اور شیلڈ سے نوازا۔ ان میں ایک کلوا، ضلع تھانہ سے تعلق

رکھنے والی محترمہ عائشہ بنت ابراہیم شریف قاضی ہیں جنہوں نے یو پی ایس سی میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور دوسرے ڈونگری ممبئ سے تعلق رکھنے والے محترم جناب سید حسین بن سید رمضان ہیں، انہوں نے بھی یو پی ایس سی میں بہترین کامیابی حاصل کی۔ ان دونوں طلبہ کو صوبائی جمعیت اہل حدیث کی جانب سے مہمانوں کے بدست ٹرافی سے نوازا گیا۔ نیز پچیس پچیس ہزار روپئے کے نقد انعامات بذریعہ چیک دیئے گئے اور ملک وملت کے لئے وہ بہتر خدمات پیش کریں ان کے لئے دعائیں کی گئیں۔

۳/ستمبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے مسجد دارالسلام کوسہ ممبرا میں ''دینی مکاتب ومدارس اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر طلبہ وذمہ داران سے مختصر خطاب کیا اور تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے اور محنت و لگن سے کام کرنے کی نصیحت کی۔

۳/ستمبر ماہم ممبئ میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ کا ''آخرت کی تیاری'' کے موضوع پر اہم خطاب ہوا جس میں علاقے کے خصوصا مسجد کے مصلیان نے شیخ کی تربیتی خطاب سے استفادہ کیا۔

اسی طرح ۹/ستمبر ۲۰۲۳ء کو الصفہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام خواتین کی ایک مجلس سے امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ نے ''اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار'' کے عنوان پر اہم خطاب فرمایا اور خواتین کو خصوصاً اپنی اولاد کے تئیں فکرمندی کی دعوت دی۔

۱۵/ستمبر ۲۰۲۳ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے جمعیت اہل حدیث احمد آباد گجرات کی دعوت پر باپونگر احمد آباد گجرات کی جامع مسجد محمدی میں ''فتنۂ دجال'' کے عنوان پر خطبۂ جمعہ دیا۔ اسی طرح صلاۃ عشاء کے بعد ''حالات حاضرہ میں مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کے اسباب'' کے عنوان پر ایک نہایت ہی اہم خطاب پیش فرمایا جس سے وہاں کے جماعتی احباب نے بھرپور استفادہ کیا۔

۲۲/ستمبر ۲۰۲۳ء کو شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ کا مسجد محمدیہ شہور کرناٹک میں ''تعمیر مساجد کی اہمیت وضرورت'' کے عنوان پر خطبۂ جمعہ ہوا نیز ''نبی رحمت اور امت کا غلو'' جیسے وقت کے متقاضی عنوان پر مسجد محمدی ہونالا، اڈپی۔ کرناٹک میں خطاب ہوا۔

۲۴/ستمبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار جمعیت اہل حدیث کونڈھوا پونہ کے زیر اہتمام الفلاح مسجد اہل حدیث میں منعقد ''اصلاح معاشرہ کانفرنس'' میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی/حفظہ اللہ اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی وباحث عنایت اللہ سنابلی مدنی شرکت فرمائی۔

اس کانفرنس میں امیر محترم حفظہ اللہ نے موجودہ تحریکی لہروں کے شر وفساد سے آگاہ کرنے کے لئے نوجوانوں کو بڑی اہم اور قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔ جبکہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے داعی وباحث عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ''داعش ISIS کا فتنہ'' کے عنوان سے قیمتی خطاب پیش کیا اور اس فتنہ سے عوام وخواص کو آگاہ کیا۔

۲۹/ستمبر ۲۰۲۳ء مسجد اہل حدیث فیضان القرآن دہیسر ممبئ میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی/حفظہ اللہ نے ایک عظیم اور اہم موضوع ''دنیا وآخرت میں نبی کریم ﷺ کی عظمت'' کے تحت

بڑی ہی اہم نصیحتیں کی جس سے احباب جماعت نے کثیر تعداد میں شریک ہوکے استفادہ کیا۔

اسی طرح ماہ ستمبر میں ربیع الاول کی مناسبت پر شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ کا جمعیت کے یوٹیوب چینل پر سیریز کی شکل میں اہم دروس ہوئے جسے عوام نے خوب پسند کیا اور بھر پور استفادہ کیا۔

یکم اکتوبر مسجد اہل حدیث تلوجہ میں وہاں کے احباب جماعت کی دعوت پر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے شرکت کی اور ''علم حاصل کریں مگر کس سے؟'' کے عنوان پر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

یکم اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ ممبئی میں مدرسہ سلفیہ کے طلبہ وطالبات کے ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے بحیثیت ممتحن شرکت کی اور طلباء کے تعلیمی حالات کا جائزہ لیا جس پر وہاں کے اساتذہ وذمہ داران کی محنت اور کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا۔

۶/ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو بعد نماز عصر مسجد اہل حدیث دھمال نگروسئی میں اور بعد نماز عشاء شکر محلہ نالاسوپارا میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ نے ''مسلمانو! نااہلوں اور غیر منہجیوں سے خبردار'' اور ''دین اتباع کا نام ہے'' جیسے موضوعات پر خطاب کیا اور علماء سے وابستہ ہوکر غیر علماء اور فاسد منہج والوں سے دور رہنے نیز اتباع کی راہ اپنا کر بدعات وخرافات سے اجتناب کرنے کی تلقین وتاکید دی۔

اسی طرح ۷-۸/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز سنیچر اتوار شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے کوکن کے علاقوں چپلون وکھیڑ کے دعوتی دورے کیے اور لوگوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ''راہ سلف کی حقانیت اور ضرورت'' نیز ''فکر آخرت اور اس کا تقاضہ'' جیسے اہم موضوعات پر قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔

۸/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث فیضان اپارٹمنٹ جوگیشوری میں فضیلۃ الشیخ قاری نظم الحسن فیضی حفظہ اللہ کا خصوصی خطاب ہوا جس میں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں تعلقات کو توڑنے کے نقصانات اور قرآن وسنت میں اس کے لیے کیا وعیدیں ہیں واضح فرمایا، نیز تعلقات کو جوڑے رکھنے کی تلقین کی اور اچھا اخلاق و برتاؤ اپنانے کی نصیحت کی۔ واضح ہو کہ اس پروگرام کا آغاز عزیزم عبدالرحیم کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ بعدہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی شیخ فیض الرحمن رحمانی رحفظہ اللہ نے تمہیدی کلمات میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور مسجدوں میں چھوٹی چھوٹی مجلسوں کی اہمیت کو واضح کیا اور لوگوں کو اس طرح کی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے پر ابھارا۔

۱۰/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز منگل بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث فیضان اپارٹمنٹ جوگیشوری ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی وباحث فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے ''علمی حلقات کی اہمیت وبرکت'' کے موضوع پر مفصل خطاب کیا، جس سے وہاں کے علاقائی احباب جماعت نے استفادہ کیا۔ واضح ہو کہ یہیں سے اس مسجد میں شیخ محترم کے درس بعنوان ''شرح قواعد الاربع'' کی ابتداء ہوئی جو ہر بدھ بعد نماز عشاء ہوتا ہے، الحمدللہ۔

۱۳/ اکتوبر ۲۰۲۳ء بعد نماز عصر مسجد اہل حدیث کھاڑی پار

بھیونڈی میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ کی صدارت میں ایک اجتماع ہوا جس میں شیخ محترم نے ''فتنوں سے نجات کے اصول'' کے موضوع پر صدارتی خطاب پیش کیا جبکہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ نے ''سود کی حرمت اور اس کی تباہ کاری'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

۱۴/اکتوبر ۲۰۲۳ء مسجد اہل حدیث عمر فاروق نارائن نگر میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے ''فلسطین کے حالات اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان پر خطاب پیش کیا اور نوجوانوں کو اس معاملے میں احتیاط برتنے کی تلقین کی۔

اسی طرح ۱۵ و ۲۲/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مسجد اہل حدیث ماہم ممبئی میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ کا ''جنت کی نعمتیں اور جہنم کا عذاب'' کے موضوع پر مسلسل دو خطابات کا اہتمام کیا گیا جس میں شیخ محترم نے موضوع کے مخلف پہلوؤں پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

۲۰/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مسجد اہل حدیث واہولی، کلیان میں شیخ عنایت اللہ مدنی رحفظہ اللہ نے ''عقیدہ ومنہج کی اصلاح معاشرہ کی بنیاد ہے'' کے موضوع پر اہم خطاب کیا جس سے علاقے کے کثیر تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔

۲۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء الہاس نگر ۵ نمبر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ ''حدیث لاتحاسدوا ولا تباغضوا...کی شرح'' کے عنوان پر خصوصی خطاب فرمایا۔

۲۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو مسجد عمر بن خطاب موروا ڑی پونہ میں امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ کی صدارت میں ایک اہم اجلاس کا انعقاد ہوا جس میں امیر محترم نے ''جذباتیت اور نفس پرستی کسی مسئلے کا حل نہیں'' جیسے حساس موضوع پر خطاب کیا۔ جبکہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے ''آہ! اس مظلومیت کا علاج کیا ہے؟'' جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا۔

۲۹/اکتوبر ۲۰۲۳ء اشوک نگر کرلا ممبئی میں شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی رحفظہ اللہ نے ''تعلیم نسواں اہمیت وضرورت اور حدود'' کی موضوع پر گرانقدر خطاب کیا۔

ایک روزہ دورہ تدریبیہ برائے علماء ودعاۃ کا انعقاد:

حالیہ تعلیمی انعامی مسابقہ سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات آرہی تھی کہ شاید یہ صوبائی جمعیت کے تربیتی اجتماع کا متبادل ہے اور کئی سالوں سے تسلسل کے ساتھ چلنے والا علماء ودعاۃ کا تربیتی اجتماع اس سال نہیں ہوگا،لیکن ایسا نہیں بیدار مغز قیادتیں تھک کر بیٹھتی نہیں ہیں بلکہ امکانات ومواقع کی جستجو میں لگی رہتی ہیں، فللہ الحمد۔

ائمہ ودعاۃ کیلئے تربیتی اجتماع کا انعقاد صوبائی جمعیت کا اپنی نوعیت کا انوکھا اور نرالا پروگرام ہے جس کی افادیت وتاثیر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ کے فضل سے حسب سابق جاری وساری ہے۔ بلاشبہہ یہ افادہ واستفادہ اور تعلیم وتربیت کے ساتھ اہل علم ودعاۃ کی ملاقات اور باہم مل بیٹھنے کا زریں موقع ہے۔ اس کا انعقاد ان شاء اللہ ۵/نومبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا ہونا طے پایا ہے۔ جس میں ملک وبیرون ملک سے تشریف لانے والے جماعت کے اجلہ علماء وماہرین فن کے محاضرات ہوں گے، فللہ الحمد والمنۃ۔

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
November-December 2023



A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com